تحریر فی اصول التفسیر

مرتبہ

المفتقر الی اللہ الصمد احمد سعید

بفرمائش

ملک فضل الدین ملک چنن الدین ملک تاج الدین ککے زئی
تاجران کتب قومی نقشبندیہ منزل کوچہ ککے زیاں و
بازار کشمیری لاہور

سنہ ۱۹۱۳ء

نولکشور سٹیم پریس لاہور باہتمام مینجر چھپا
قیمت فی جلد ... ۸؍

تصنیفات آنریبل ڈاکٹر سر سید احمد خان علیہ الرحمۃ والغفران

تفسیر القرآن جلد اوّل

اس جلد میں سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقر کی تفسیر ہے۔ اس میں ذیل کے مضامین نہایت محققانہ طریقہ سے لکھے گئے ہیں۔ دعا اور اس کے مقبول ہونے کی حقیقت، حروف مقطعات کی تحقیق، مسئلہ جبر و اختیار، وحی و الہام کی حقیقت، نبوت کی حقیقت، اعجاز القرآن، جنت اور دوزخ کی حقیقت، ملائک کی حقیقت، شیطان، قصہ آدم، قصہ موسیٰ، معجزہ دلیل نبوت ہے یا نہیں، جبرئیل و میکائیل کی حقیقت، ناسخ و منسوخ کی بحث، سمت قبلہ کی حقیقت، مذہبی احکام کی قسمیں، قصاص پر بحث، مسئلہ وصیت، روزوں پر بحث، جہاد کی حقیقت، حج کی حقیقت، مسئلہ طلاق پر بحث، مسئلہ ربا کی تحقیق اور قیمت . . . . عہ

تفسیر القرآن جلد دوم

اس جلد میں سورۂ آل عمران اور سورۂ نسا، سورۂ مائدہ کی تفسیر ہے۔ اور اس میں ذیل کے مضامین پر بحث کی گئی ہے۔ آیات محکمات و متشابہات پر بحث۔ کفار کی دوستی کا مسئلہ، حضرت مریم کی نسبت بعض بحثیں، حضرت عیسیٰ کے بن باپ پیدا ہونے اور صلیب دیئے جانے اور زندہ ہو کر آسمان پر جانے کی تحقیق، بدر کی لڑائی میں فرشتوں کے اترنے کی حقیقت، بدر اور احد کی لڑائی میں نیند کے نازل ہونے کی تحقیق، سوختنی قربانی پر بحث، ہابیل قابیل اور ان کی قربانی، چور کے ہاتھ کاٹنے کے مسئلہ کی تحقیق، غیر مسلم کا کس شریعت سے فیصلہ کیا جائے، حضرت عیسیٰ کے معجزات پر تفصیلی اور محققانہ بحث و قیمت . . . . لمہ

تفسیر القرآن جلد سوم

اس جلد میں سورۂ انعام اور سورۂ اعراف کی تفسیر ہے۔ اور اس میں ذیل کے مضامین نہایت تحقیق سے لکھے ہیں۔ آنحضرت کے پاس معجزہ نہ ہونے پر بحث، معجزہ کی حقیقت، انبیاء پر ایمان لانے یا نہ لانے کے اسباب، ملائکہ حفظ و کراماً کاتبین کی تحقیق، لفظ کن فیکون کی تحقیق، نفخ صور کی حقیقت، حضرت ابراہیم نے ستاروں کو کیوں ربّ کہا، نبوت امر فطری ہے، جنات کے جو دوران میں انبیاء کے پیدا ہونے پر بحث، میزان اور وزن اعمال کی تحقیق، روح اور معاد یعنی قیامت پر مفصل اور محققانہ بحث، چھ دن میں دنیا کے پیدا ہونے کی تحقیق، استوا علی العرش کے معنوں کی تحقیق، قوم عاد کے حالات کی تحقیق، آفات ارضی و سماوی کو انسان کے گناہوں سے منسوب کرنے کا سبب، قوم ثمود کے حالات کی تحقیق، قصہ حضرت شعیب، قصہ حضرت موسیٰ، سحر اور معجزہ پر بحث، حضرت موسیٰ کے حالات اور معجزات پر تفصیلی اور محققانہ بحث، توریت اور انجیل میں آنحضرت کی نسبت بشارت کے ہونے پر بحث و قیمت . . . . عہ

تفسیر القرآن جلد چہارم

اس جلد میں سورۂ انفال، سورۂ توبہ، سورۂ یونس کی تفسیر ہے۔ اس میں آنحضرت کے ایک ایک غزوہ اور سریہ پر مفصل بحث کی گئی ہے۔ اور یہ بات نہایت مدلل طریقہ سے ثابت کی گئی ہے کہ یہ غزوے اور سریئے خونریزی اور قتل و غارت کے لئے نہیں تھے جیسا کہ مخالفان مذہب اسلام کہتے ہیں۔ بلکہ بطور مدافعت کے تھے و قیمت . . . . عہ

تفسیر القرآن جلد پنجم

اس جلد میں سورۂ ہود، سورۂ یوسف، سورۂ رعد، سورۂ ابراہیم، سورۂ حجر، سورۂ نحل کی تفسیر ہے۔ اس میں ذیل کی بحثیں نہایت تحقیق سے لکھی گئی ہیں۔ طوفان نوح پر بحث، قصہ حضرت ابراہیم، قصہ حضرت لوط، خواب کی حقیقت، اور حضرت یوسف اور بادشاہ مصر اور دو قیدیوں کے خوابوں کی تحقیق، حضرت یوسف اور زلیخا کے درمیان جو واقعات گذرے ان کی تحقیق، حضرت یعقوب کے نابینا ہونے پر بحث، آسمانی برجوں کی حقیقت، آسمان کو شیاطین سے محفوظ رکھنے پر بحث، شیاطین سے کیا مراد ہے، رجم شیاطین اور شہاب ثاقب کی تفسیر، جنوں کے آگ سے پیدا ہونے پر بحث، پہاڑوں سے زمین کے تھامنے پر بحث و قیمت . . . عہ

تفسیر القرآن جلد ششم

اس جلد میں سورۂ بنی اسرائیل کی تفسیر ہے۔ اس میں معراج کے قصہ پر نہایت تفصیل اور استیعاب سے بحث کی گئی ہے و قیمت . . . . . . عہ

تحریر فی اصول التفسیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی انزل القرآن علی محمد رسولہ علیہ السلام ہدایۃ للانام والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد قد ہدانا بہ الی الاسلام وعلی آلہ واصحابہ الی یوم القیام۔

امابعد جبکہ غدر کا زمانہ گزر گیا اور مسلمانوں پر بھی جو کچھ گذرنا تھا گذر گیا تو مجھ کو اپنی قوم کی اصلاح کی فکر ہوئی۔ میں نے اس میں بہت غور کی اور ایک زمانہ دراز کے غور کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ اُن کی دینی و دنیوی اصلاح بغیر اِس کے کہ اُن کو علوم و فنون جدیدہ میں جو اَور قوموں کے سرمایۂ افتخار ہیں اُس زبان میں جو ہم پر بمشیتہ اللہ حکومت کرتی ہے تعلیم نہ دیجاوے اور کسی طرح ممکن نہیں +

اس طریقہ سے دنیوی اصلاح کے ہونے کا تو ایسا مسئلہ تھا جس میں کچھ اختلاف نہیں ہو سکتا مگر یہ مسئلہ کہ دینی اصلاح کے لئے بھی وہ مفید ہے معرض بحث میں تھا۔ بلکہ کوئی بھی اس کو تسلیم نہیں کرتا تھا۔ کیونکہ یہ بات ظاہر تھی۔ کہ جن لوگوں نے ان علوم میں توغل کیا۔ خواہ وہ عیسائی ہوں یا مسلمان یا ہندو۔ اُنہوں نے اپنے مذہبی عقاید سے ہاتھ دھویا۔ اس لئے کہ اُنہوں نے علوم جدیدہ کے مسایل کو سچ اور صحیح اور درست جانا۔ اور عقاید مذہبی کو جب اس کے برخلاف پایا۔ تو اُس کو غلط مانا +

یہ مشکل کچھ اسی وقت میں پیش نہیں آئی۔ بلکہ اُس وقت بھی پیش آئی تھی جبکہ فلسفہ یونانی مسلمانوں میں پھیلا تھا اور مذہبی اصول و عقاید کو اُس نے درہم و برہم کر دیا تھا۔ مگر اُس زمانہ کے علماء نے اُس پر توجہ کی اور علم کلام ایجاد کیا اور مذہب کی حمایت میں فلسفہ یونانی سے مقابلہ کیا اور اُنہوں نے صرف تین کام کئے۔ یا تو مسایل مذہبی کو فلسفہ یونانی کے مطابق کر دکھایا۔ یا اُن کے دلایل کو غلط

کر دیا۔ یا مشتبہ۔ مگر اس زمانہ میں جو سخت مشکل پیش آئی ہے وہ یہ ہے کہ فلسفہ اور طبعیات یونانی بھی جس کی بنا پر اُس زمانہ کے علمانے بہت سے مذہبی مسائل بھی قائم کئے تھے علوم جدیدہ سے غلط ثابت ہؤا ہے اور علام جدیدہ کے دلایل صرف قیاسی اور فرضی ہی نہیں رہے بلکہ تجربہ اور عمل نے اُن کو درجہ مشاہدہ تک پہنچا دیا ہے۔ یہاں تک کہ عام طور پر مسئلہ محقق مانا جانے لگا کہ علوم مذہب کے مخالف ہیں اور وہ مذہب کو اسی طرح جلا دیتے ہیں جیسے چھوٹے پودے کو پالا +

جبکہ میں نے علوم جدیدہ و انگریزی زبان کو مسلمانوں میں رواج دینے کی کوشش کی تو مجھ کو خیال ہؤا کہ کیا درحقیقت وہ علوم مذہب اسلام کے ایسے ہی برخلاف ہیں جیسا کہ کہا جاتا ہے۔ میں نے بقدر اپنی طاقت کے تفسیروں کو پڑھا۔ اور بجز اُن مضامین کے جو علم ادب سے علاقہ رکھتے ہیں باقی کو محض فضول اور مملو بروایات ضعیف و موضوع اور قصص بے سروپا سے پایا جو اکثر یہودیوں کے قصوں سے اخذ کئے گئے تھے۔ پھر میں نے بقدر اپنی استعداد و طاقت کے کتب اصول تفسیر پر توجہ کی۔ اِس اُمید سے کہ اُن میں ضرور کوئی ایسے اصول قائم کئے ہونگے جن کا ماخذ خود قرآن مجید یا کوئی اور ایسا ہوگا جس پر کچھ کلام نہ ہوسکے۔ مگر اُن میں بجز اِس قسم کے بیان کے کہ قرآن مجید میں فلاں فلاں علم ہیں۔ مثلاً فقہ و کلام و وعظ اور اسباب خفاے نظم قرآن و لطافت نظم اور بیان اختلاف تفاسیر کے یا شرح غریب قرآن کے اور کچھ نہیں ہے۔ جو زیادہ مبسوط ہیں اُن میں آیات مکی و مدنی۔ صیفی و شتائی۔ یومی و لیلی اور اُن کے حروف و کلمات یا بحث مجاز وغیرہ کے کوئی ایسے اصول نہیں بتائے ہیں جن سے وہ مشکلات جو درپیش ہیں حل ہوسکیں +

پھر میں نے بقدر اپنی طاقت کے خود قرآن مجید پر غور کی اور چاہا کہ قرآن ہی سے سمجھنا چاہیئے کہ اُس کا نظم کن اصولوں پر واقع ہؤا ہے۔ اور جہانتک میری طاقت میں تھا میں نے سمجھا اور میں نے پایا کہ جو اصول خود قرآن مجید سے نکلتے ہیں اُن کے مطابق کوئی مخالفت علوم جدیدہ میں نہ اسلام سے۔ ہے اور نہ قرآن سے۔ اگر راست پرسی مَن شاکرِ قرآن عظیم ام و ہذا قولی کما قال شاہ ولی اللہ۔ پھر میں نے انہیں اصول پر ایک تفسیر قرآن مجید کی لکھنی شروع کی جو اِس وقت سورۃ النحل تک ہو چکی ہے +

اُس تفسیر کے چھپنے اور مشتہر ہونے پر لوگوں نے مخالفت کی اور اُس کی تردید میں کتابیں لکھیں۔ میں نے اُن پر کچھ التفات نہیں کیا اور نہ دیکھا۔ کیونکہ میں سمجھتا تھا کہ اُنھوں نے کیا لکھا ہوگا۔ مگر اِن دنوں میں پیارے مہدی نواب محسن الملک نے مجھے دو خط لکھے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کو بھی تفسیر کے بعض یا اکثر مقامات کی نسبت اُسی قسم کے شبہات ہیں جو اور لوگوں کو ہیں۔ اور وہ دونوں خط اور اُن کے جواب یہ ہیں :۔

پہلا خط نواب محسن الملک مولوی سید مہدی علیخان کا

بنام

سید احمد خان

حیدر آباد دکن ۹ - اگست سنہ ۱۸۹۲ء

جناب عالی

\+ \+ \+ \+ \+ \+ \+ \+ \+ \+ \+ \+ \+ \+ \+ \+ \+ \+

دوسری بات لکھنے کی یہ ہے کہ آجکل میں آپ کی تفسیر لکھ رہا ہوں جسے در حقیقت ابتک اچھی طرح بلکہ سرسری طور پر بھی نہ دیکھا تھا اور اُسکے نہ دیکھنے کا سبب آپسے کہہ بھی دیا تھا۔ غالباً آپ اس بات کے سننے سے تو خوش نہ ہونگے کہ میں اب تک آپ کی رایوں سے اتفاق نہیں کرتا۔ اور ہر بحث میں اُسے قرآن کی وہ تفسیر جس کو کوئی قرآن کے مطالب کی تشریح اور تفصیل اور تفسیر سمجھے نہیں سمجھتا بلکہ اکثر جگہ تفسیر کو تفسیر القول بما لا یرضی بہ قائلہ تصور کرتا ہوں۔ مگر اس میں شبہ نہیں ہے کہ جس مضمون کو آپ نے لکھا ہے ایسی عمدگی اور خوبی اور صفائی سے بیان کیا ہے کہ اگر آدمی نہایت ہی راسخ الاعتقاد نہ ہو۔ تو ضرور اُس کی تصدیق کرنے لگے اور بلاشبہ ایک جادو کئے ہوئے آدمی کی طرح آمنا وصدقنا پکارنے لگے۔ واقعی خدا نے دل کے حالات کو الفاظ میں ادا کرنے اور تحریر میں لانیکی عجیب حیرت انگیز قوت اور طاقت آپ کو دی ہے کہ اگر اُسے جادو کہیں یا سحر تو بے محل نہ ہو۔ مگر افسوس ہے کہ آپنے اُن مسائل کو جو آجکل یورپ کے وہ تعلیم یافتہ لوگ جو مذہب کے پورے پابند اور معتقد نہیں ہیں صحیح اور یقینی اور غیر قابل الاعتراض سمجھتے ہیں مان لیا اور قرآن کی آیتوں کو جن میں اُن کا ذکر ہے ایسا ماؤل کر دیا کہ وہ تاویل ایسے درجہ پر پہنچ گئی کہ اُس پر تاویل کا لفظ بھی صادق نہیں ہو سکتا۔ آپنے مسلمان مفسروں کو تو خوب گالیاں دیں اور بُرا بھلا کہا اور یہودیوں کو مقلد بنایا۔ مگر آپنے خود اِس زمانہ کے لامذہبوں کی باتوں پر ایسا یقین کر لیا کہ اُن کو مسائل محققہ صحیحہ یقینیہ قرار دیکر تمام آیتوں کو قرآن کے ماول کر دیا۔ اور لطف یہ ہے کہ آپ اُسے تاویل بھی نہیں کہتے (تاویل کو تو آپ کفر سمجھتے ہیں) بلکہ صحیح تفسیر اور اصلی تفسیر قرآن کی سمجھتے ہیں۔ حالانکہ نہ سیاق کلام نہ الفاظ قرآنی نہ محاورات عرب سے اُس کی تائید ہوتی ہے۔ اگر آپ میرے اِس شبہ کو کسی طرح دور کر سکیں تو مجھے ایسی خوشی ہو کہ کسی اَور چیز سے نہ ہو۔ اس لئے کہ اکثر مقامات اُسکے ایسے عمدہ اور پاکیزہ اور اعلےٰ درجہ کے ہیں کہ بعد قرآن وحدیث کے اگر کوئی اُسے ورد زبان کرے اور دل پر نقش تو دنیا میں عالم اور سچا مسلمان ہو اور عاقبت میں اُن ثوابوں کا مستحق ہو جو سچے مسلمانوں کے لئے خدا نے مقرر کئے ہیں +

محسن الملک

جواب از طرف سید احمد خان

مکرم مہدی

✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣

میں نہایت خوش ہوں کہ آپ نے میری تفسیر کو دیکھنا شروع کیا ہے ۔ مجھے نہایت خوشی ہے ۔ کہ آپ اُس کو مخالفانہ اور غیر معتقدانہ طور پر دیکھیں اور اُس کی ایک بات پر بھی یقین نہ کریں سب کو غلط سمجھیں مگر اُس کو دیکھیں اور غور سے پڑھیں +

آپ نے اس خط میں لکھا ہے کہ اکثر جگہ تفسیر کو تفسیر القول بما لا یرضی بہ قایلہ تصور کرتا ہوں یقینی آپ کے پاس خدا کی بھیجی ہوئی وحی تو آئی نہیں جس سے آپ کو ثابت ہوا ہو کہ اس قول سے مرضی قائل یعنی خدا کی یہ نہیں ہے ۔ پس ضرور ہے کہ کوئی اور ذریعہ آپ کے پاس ہے جس کی وجہ سے آپ نے تفسیر کے مقامات کو ما لا یرضی بہ قائل قرار دیا ہے +

میں نے بہت سوچا کہ وہ ذریعہ آپ کے پاس کیا ہے اور وہ ذریعے معلوم ہوئے ۔ اوّل بچپن کی تربیت بچپن سے باتوں کو سُنتے سُنتے اُن کا نقش کالحجر دل میں ہو جاتا ہے جس کا مٹانا بہت ہی زبردست دل اور نہایت ہی قوت ایمانیہ کا اور بہت ہی غور و فکر کا کام ہے +

دوسرا ذریعہ جو پہلے ذریعہ کا شعبہ ہے ۔ مگر اُس پہلے کو نہایت قوی اور مضبوط کرنیوالا ہے وہ علما کے اقوال اور تفاسیر کے مندرجہ رطب و یابس روایتیں اور قصے ہیں ۔ گو آپ نے اسی خط میں ایک فقرہ لکھا ہے ۔ کہ ؎ "میرے نزدیک یہ ساری خرابیاں غلط مذہبی خیالات اور تقلید سے پیدا ہوئی ہیں اور مسلمانوں کو اسی کمبخت تقلید نے اندھا بہرا لونگا بنا دیا ہے" مگر افسوس ہے کہ تم یہ خیال نہیں کرتے ۔ کہ خود تمہارا بھی یہی حال ہے ۔ آبائی خیالات کو اور خصوصاً ایسے خیالات کو جو مذہبی روایتوں پر مبنی ہیں چھوڑنا نہایت مشکل ہے ۔ آپ یہ دعوے نہ کریں کہ میں آبائی مذہب کو چھوڑ کر شیعہ سے سنی ہو گیا ہوں ۔ اوّل تو بہت سے اسباب آپ کے گرد ایسے جمع تھے ۔ کہ جن کے سبب سے شیعہ مذہب نے بخوبی جڑ دل میں نہیں پکڑی تھی ۔ علاوہ اس کے یہ تبدل صرف جزئیات میں تھا جو قابل اعتبار نہیں ہے ۔ مگر جن امور کو آپ تفسیر القول بما لا یرضی بہ قایلہ قرار دیتے ہیں ۔ اُن کی جڑ بہت زیادہ گہری اور نہایت مضبوط دل میں بیٹھی ہوئی ہے اُس کا اُکھیڑنا اور اس کی دوسری بات کا بیٹھنا گو کہ وہ دوسری بات کیسی ہی سچ و صحیح ہو بہت زیادہ دشوار اور بہت زیادہ مشکل ہے ۔ غرضکہ آپ کے پاس کوئی دلیل اس بات کی نہیں ہے کہ آپ تفسیر کو تفسیر القول بما لا یرضی

؎ واضح ہو کہ یہ فقرہ جو خط کے پہلے فقرے میں ہے جو چھوڑ دیا ہے اس لئے کہ وہ متعلق الہ آباد کانفرنس کے لکچر سے تھا ۔ تفسیر کے مضمون سے متعلق نہیں تھا ۔۱۲ سید احمد +

بہ قائلہ سے تعبیر کریں۔ ہاں اُس کو غلط سمجھیں۔ اُس کو تسلیم نہ کریں یہ دوسری بات ہے۔ مگر ما لا یرضی بہ قائلہ نہیں کہہ سکتے

آپنے اپنے خط میں لکھا ہے۔ کہ "افسوس ہے کہ آپ اُن مسائل کو جو آج کل یورپ کے وہ تعلیم یافتہ لوگ جو مذہب کے پورے پابند اور معتقد نہیں ہیں صحیح اور یقینی اور غیر قابل الاعتراض سمجھتے ہیں مان لیا ہے اور قرآن کی آیتوں کو جن میں اُن مسائل کا ذکر ہے ایسا ماؤل کر دیا ہے کہ وہ تاویل ایسے درجہ کو پہنچ گئی ہے۔ کہ اُس پر تاویل کا لفظ بھی صادق نہیں ہوسکتا

تمہارے اس فقرے سے میں خوش بھی ہوا اور متعجب بھی ہوا۔ خوش تو اس لئے ہوا کہ تم نے اُس پر تاویل کا صادق آنا نہیں مانا۔ کیونکہ میں قرآن مجید میں تاویل کو مطابق اُس کے مفہوم عام کے کفر سمجھتا ہوں

متعجب اس لئے ہوا کہ تم نے اُس فقرے میں یہ قید کیوں لگائی ہے کہ "جو مذہب کے پورے پابند اور معتقد نہیں ہیں"۔ کیا اگر کوئی لا مذہب یعنی غیر معتقد کسی مذہب کا مذاہب موجودہ میں سے یہ بات کہے کہ دو اور دو چار ہوتے ہیں۔ تو کیا اُس کے لا مذہب ہونے سے یہ بات غلط ہوجاوے گی۔ اگر کوئی نہایت پابند مذہب کہے کہ دو اور دو پانچ ہوتے ہیں۔ تو کیا اُس کے پابند مذہب ہونے سے یہ بات صحیح ہوجاوے گی۔ حاشا و کلا

ہاں ایک بات آپنے بہت صحیح لکھی ہے کہ اگر آپ میری تفسیر کے کسی مقام کو خلاف سیاق کلام (اگرچہ مجھکو نہایت شبہ ہے کہ تم اس بات کو سمجھے بھی ہو کہ قرآن مجید کا سیاق کلام کیا ہے اور کس طور پر ہے) اور خلاف الفاظ قرآن اور خلاف محاورہ عرب جاہلیت ثابت کردو۔ تو میں اُسی وقت اپنی غلطی کا مقر ہوجاؤنگا مگر مجاز و حقیقت میں یا استعارہ و کنایہ یا خطابیات میں بحث مت کرنا کیونکہ جیسا تم کو کسی لفظ کے حقیقی یا لغوی معنی لینے کا حق ہے ویسا ہی مجھ کو اُسکے مجازی معنی لینے یا استعارہ اور کنایہ یا از قسم خطابیات قرار دینے کا حق ہے اور اُس کے لئے ایک عام مثل دینی کافی ہے جیسے کہ علما نے نسبت خدا کے ید اور وجہ اور استوا علی العرش اور ہبوط کے مذاہب مختلفہ اختیار کئے ہیں اور میں خیال کرتا ہوں کہ شاید تم بھی اُنکے حقیقی اور لغوی معنی نہیں لیتے اور اُسکے لئے کوئی وجہ رکھتے ہو۔ اُسی طرح میں بھی ایسا کرنے کے لئے قطعی اور یقینی وجہ رکھتا ہوں۔ پس اُس پر بحث بحث نہ ہوگی بلکہ مکابرہ ہوگا

جانِ من حقیقت یہ ہے۔ کہ تم نے خدا کی عظمت کا جس عظمت کے وہ لایق ہے اور قرآن مجید کی صداقت کا جس صداقت کے وہ لایق ہے اور مذہب اسلام کی عزت اور سچائی کا جس عزت اور سچائی کے وہ لایق ہے اپنے دل پر نقش کا تجربہ نہیں کیا ہے اس لئے تمہاری رائے یا تمہارا دل اور تمہارا ایمان ڈاواں ڈول ہوتا ہے۔ اگر تمام خیالات کو دل سے محو کر کے یہ سچا اور دلی یقین کر لو کہ خدا سچا ہے اور قرآن اُس کا کلام

اور بالکل سچا ہے تو تم کو اِس قسم کے شبہات ہرگز پیدا نہ ہوں +

پس سمجھو کہ تفسیر لکھنے میں میرے اصول کیا ہیں۔ اُسکے بالاستیعاب بیان کرنے کے لئے تو ایک رسالہ مستقل چاہئے۔ مگر میں چند کو جو مقدم ہیں بتلاتا ہوں +

پہلا اصول یہ ہے کہ خدا سچا ہے اور قرآن مجید اُس کا کلام اور بالکل سچ اور صحیح ہے۔ کوئی علم یعنی سچ اُس کو جھٹلا نہیں سکتا بلکہ اُس کی سچائی پر زیادہ روشنی ڈالتا ہے +

دوسرا اصول یہ ہے کہ اب ہمارے سامنے دو چیزیں موجود ہیں (۱) ورک آف گاڈ یعنی خدا کے کام (۲) ورڈ آف گاڈ یعنی خدا کا کلام یعنی قرآن مجید اور ورک آف گاڈ اور ورڈ آف گاڈ کبھی مختلف نہیں ہو سکتا۔ اگر مختلف ہو۔ تو ورک آف گاڈ تو موجود ہے جس سے انکار نہیں ہو سکتا۔ اور اس لئے ورڈ آف گاڈ جس کو کہا جاتا ہے اُس کا جھوٹا ہونا لازم آتا ہے۔ نعوذ باللہ منہا اس لئے ضرور ہے۔ کہ دونوں متحد ہوں +

تیسرا اصول۔ ورک آف گاڈ یعنی قانون قدرت ایک عملی عہد خلا کا ہے۔ اور وعدہ اور وعید یہ قولی معاہدہ ہے۔ اور ان دونوں میں سے کوئی بھی خلاف نہیں ہو سکتا۔ لیکن اس سے یہ سمجھنا کہ اُس کی تسلیم سے خدا کی قدرت مطلق میں نقصان آتا ہے جیسا کہ میں سمجھتا ہوں کہ تمہارا خیال ہے۔ محض غلط اور وہم اور ناسمجھی ہے۔ اِس راز کے سمجھانے کو چند سطریں کافی نہیں +

چوتھا اصول۔ خواہ یہ تسلیم کرو کہ انسان مذہب یعنی خدا کی عبادت کے لئے پیدا ہوا ہے خواہ یہ کہو کہ مذہب انسان کے لئے بنایا گیا ہے۔ دونوں حالتوں میں ضرور ہے کہ انسان میں بہ نسبت دیگر حیوانات کے کوئی ایسی چیز ہو۔ کہ وہ اُس بار کے اُٹھانے کا مکلف ہو۔ اور انسان میں وہ شے کیا ہے؟ عقل ہے۔ اس لئے ضرور ہے کہ جو مذہب اس کو دیا جاوے وہ عقل انسانی کے مافوق نہ ہو (مجھکو افسوس ہے کہ تم ہرگز نہیں سمجھتے کہ عقل انسانی اور عقل شخصی میں کیا فرق ہے) اگر وہ عقل انسانی کے مافوق ہے تو انسان اُس کا مکلف نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اُس کی ایسی مثال ہوگی جیسے کہ بیل یا گدھے کو امر ونہی کا مکلف قرار دیا جاوے یا جونپور کا قاضی بنا دیا جاوے +

مذہب اسلام اور خدا کا کلام اِن تمام نقصانوں سے پاک ہے وہ بتاتا ہے کہ تم سمجھ لو اور سمجھکر یقین کر لو کہ جو کچھ خدا بتاتا ہے اور کہتا ہے وہ سچ ہے۔ اس سے زیادہ سچائی کیا ہو سکتی ہے جو بانی اسلام کی زبان سے کہدینے کو خدا نے فرمایا ہے۔ انّما انا بشر مثلکم یوحیٰ الی انما الھکم الٰہ واحد انما انا بشیر و نذیر۔ جان من مذہب اسلام اور خدا کے کلام کو دیو پری کے قصے مت بناؤ ورنہ جو فوقیت اسلام کو دوسرے مذاہب باطلہ سے ہے وہ ساقط ہو جاتی ہے۔ اور انسان عقل انسانی کی رو سے قابل یقین نہیں رہتا +

جاہل ایک بات کو جو عقل انسانی کے مافوق ہے مان سکتا ہے اس وجہ پر کہ فلاں بزرگ نے کہی ہے اور اس کا ایمان مضبوط رہتا ہے۔ کیونکہ وہ اسکے سوا اور کچھ نہیں جانتا۔ مگر جس کو خدا نے عقل انسانی یا اُس کا کوئی حصہ عطا کیا ہے وہ ایسی بات پر جو کہ مافوق عقل انسانی ہے یقین نہیں کرسکتا +

میں نے بہت سے عالموں کو یہ بات کہتے سنا ہے اور شاید تم پر بھی گذرا ہوگا کہ فلاں بات دل میں تو نہیں منہتی یا سمجھ میں تو نہیں آتی مگر قرآن یا حدیث میں آئی ہے مان لینی چاہیئے۔ اس طرح مان لینے پر یقین اور ایمان کامل کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔ گو کہ نجات کے لئے کافی ہو +

اب تمہارے دل میں بہت سے شبہات پیدا ہونگے اور تم خیال کروگے کہ مذہب اسلام اور قرآن مجید میں تو بہت باتیں مافوق عقل انسانی ہیں۔ مگر یہ تمہاری سمجھ کا قصور ہے۔ قرآن مجید اس نقصان سے پاک ہے +

تم نے بہت مدت تک نوکری کی اب اُس کو چھوڑ دو علیگڈھ میں چلے آؤ یہاں رہو چند مدت کی گفتگو اور سمجھانے اور بتانے کے بعد تم کو ثابت ہوجاوے گا کہ اسلام میں اور قرآن مجید میں کوئی بات مافوق عقل انسانی نہیں ہے۔ والسلام +

از الہ آباد
۱۷۔ اگست ۱۸۹۲ء

خاکسار
سید احمد

دوسرا خط نواب محسن الملک مولوی سید مہدی علیخان کا

بنام

سید احمد

حیدر آباد دکن
۱۹۔ ستمبر ۱۸۹۲ء

جناب عالی

آپ کا خط ۱۷۔ اگست کا لکھا ہوا پہنچا۔ مجھے اس کا ذرا بھی خیال نہ تھا۔ کہ اُن دو فقروں پر جو یوں ہی سرسری طور پر میرے قلم سے آپ کی تفسیر کی نسبت نکل گئے تھے۔ آپ اتنی توجہ فرماوینگے اور اُس کے متعلق ایسا بڑا خط لکھیں گے۔ مگر میں نہایت خوش ہوں۔ کہ آپنے اُس پر ایسی توجہ فرمائی اور مجھے اپنے شبہات کا زیادہ تفصیل سے عرض کرنیکا موقع دیا۔ مجھے اُمید ہے کہ آپ نہایت ٹھنڈے دل سے میری اس تحریر کو ملاحظہ فرماوینگے اور محققانہ جواب سے میرے دل کے سارے شکوک دور کردینگے آپ یقین سمجھئے کہ میں اگرچہ آپکے نزدیک آبائی تقلید کی دلدل میں پھنسا ہوں۔ مگر اُس سے نکلنے پر آمادہ ہوں۔ بشرطیکہ آپ مجھے ثابت کردیں کہ میں درحقیقت کسی ایسی دلدل میں پھنسا ہوں اور یہ کہ اُس سے

نکلنے کے بعد کسی ایسے گہرے تاریک اور آگ سے بھرے ہوئے غار میں گرنیکا اندیشہ نہیں ہے جسکی نسبت میرے حق میں دلدل میں پھنسا رہنا زیادہ مفید ہے +

حضرت - آپ نے اٹھارہ برس کے بعد میرے دل پر تازیانہ لگایا ہے اور بھرے ہوئے زخم کو پھر ہرا کیا ہے اگر اس کے درد سے میں چلاؤں اور نالہ وشیون کروں تو مجھے معذور سمجھئے اور میرے شور وفغاں کو سنکر میرے درد کی دوا فرمایئے - ایسا نہ ہو کہ آپ اور چوٹ لگادیں اور مجھے چلانے اور غل مچانے پر زیادہ مجبور کردیں +

جناب والا - آپ نے میرے اس خیال کی نسبت جو آپ کی تفسیر کی نسبت ہے دو سبب قرار دیئے ہیں - ایک آبائی خیالات کی پابندی - دوسرے علما کے اقوال اور تفاسیر پر یقین - پہلے امر کی نسبت میں تسلیم کرتا ہوں کہ خدا نے اپنی مہربانی سے مجھے مسلمان کے گھر میں پیدا کیا - بچپن سے میرے کان میں اسلام کی باتیں ڈالیں - لڑکپن سے میں اسلامی باتیں سنتا رہا اور بلا شبہ ان کا بہت بڑا اثر میرے دل پر ہوا - مگر میں یہ بات نہیں مان سکتا کہ جو کچھ میں نے سنا اور جو کچھ سنی ہوئی باتوں کا اثر میرے دل پر ہوا وہ عموماً ایسا قوی تھا - کہ اس کو میں دل سے مٹا نہیں سکا - میں اپنی زندگی کے پچھلے دنوں پر جب ایک سرسری نظر ڈالتا ہوں تو ایک بہت بڑا سلسلہ ایسے خیالات اور اور اعتقادات کا پاتا ہوں جن میں نہایت تغیر وتبدل ہوا ہے - بہت سی چیزیں ایسی دیکھتا ہوں جنکو میں اول صحیح سمجھتا تھا مگر اب غلط جانتا ہوں اور بہت سے خیالات ایسے ہیں جن کو ایک زمانہ میں برا جانتا تھا مگر اب اچھا سمجھتا ہوں - پھر میں یہ تغیر خیالات کا صرف جزئیات میں نہیں پاتا بلکہ اصول اور کلیات میں بھی - پس اگر آپکے ارشاد کے موافق آبائی تقلید کی جڑ میرے دل میں ایسی مضبوط ہوتی - کہ کسی طرح وہ اکھڑ نہ سکتی - تو میں اپنے دل سے ایسے خیالات کو جو لڑکپن سے میرے دل میں جمے ہوئے تھے کیونکر اکھاڑ کر پھینک دیتا اور بہت سی ایسی باتوں کو جو سنتے سنتے کالنقش فی الحجر ہو گئی تھیں حرف غلط کی طرح صفحہ دل سے کس طرح مٹا سکتا - اس لئے جہاں تک میں اپنے دل کو دیکھتا ہوں اسے حق کے قبول پر آمادہ اور آبائی خیالات اور رسم ورواج اور قوم اور برادری کی پابندی سے آزاد پاتا ہوں - اس پر میری رائے جبکہ آپ کی تفسیر کے بعض مضامین سے ایسی مخالف ہے کہ اس کی نسبت القول بما لا یرضی بہ قائلہ کہہ بیٹھا تو اس کا کوئی نہ کوئی سبب ہوگا - بظاہر حالات تو مقتضے اس کے تھے کہ میں آپ کی رائے سے اتفاق کرتا - اور آپ کے ہر خیال کو اچھا سمجھتا - اس لئے کہ علاوہ اس یقین کے کہ جو مجھے آپ کے اسلام اور عالی دماغی اور بلند خیالی اور پاک باطنی پر ہے میرے دل کو آپ سے وہ نسبت ہے جو لوہے کو مقناطیس سے - جس طرح کہ اس کے اختیار سے خارج ہے کہ مقناطیس کی طرف نہ جھکے اور اپنے آپ کو اس کی کشش سے بچا سکے اسی طرح میرے امکان میں نہیں ہے کہ آپ کی بات

نہ مانوں اور آپ کے خیالات کا ہمصفیر نہ بنوں۔ مگر باوجود اس کے جب کہ میں آپ کی تفسیر کے بعض مضامین کا مخالف ہوا اور مخالف بھی ایسا کہ اُس مخالفت کو نہ آپ کی وہ عظمت و وقعت جو میرے دل میں ہے روک سکی۔ نہ وہ محبت وارادت جو مجھے آپ سے ہے اُس کی مانع ہوئی۔ نہ آپکی جادو بھری تحریر نے اثر کیا۔ نہ آپکی پُر زور تقریر نے۔ تو میرے پیارے سید! خدا کے لئے انصاف کرو۔ کہ اس کا سبب بچپن کی سُنی سُنائی باتوں کا اثر ہوگا۔ یا اُس قوت ایمانیہ کا جس کے مقابلے میں سارے خیالات محبت اور عظمت اور ارادات کے دب گئے۔ اور یہ کمزور دل کا کام ہے یا اس زبردست دل کا جس نے حق بات پر کسی اور چیز کو غالب ہونے نہ دیا +

دوسرا سبب۔ میری مخالفت کا آپ اُس اعتقاد کو قرار دیتے ہیں جو مجھے علما کے اقوال اور تفاسیر کے رطب ویابس روایات پر ہے اور جو آپ کے نزدیک پہلے سبب کا قوی اور مضبوط کرنیوالا ہے۔ آپ کی اس تحریر نے نہایت متعجب کیا۔ اس لئے کہ آپ سے بہتر کوئی نہیں جانتا کہ میرے خیالات اس بارہ میں کیا ہیں اور علما اور اُن کی کتابوں کی نسبت میں کیا رائے رکھتا ہوں۔ آپ خوب جانتے ہیں کہ میرے نزدیک نہ کوئی کتاب خدا کی کتاب کے سوا غلطی سے پاک ہے گو وہ کیسی ہی اصح الکتب کیوں نہ سمجھی گئی ہو۔ اور نہ کوئی شخص سوائے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے خطا اور غلطی سے محفوظ ہے۔ گو وہ صحابی اور امام ہی کیوں نہ ہو۔ بلاشبہ اسلام اس پر فخر کرسکتا ہے کہ اس میں بہت بڑے مفسر اور محدث اور مجتہد اور عالم اور فقیہ اور حکیم ہوئے۔ اور بہت مفید اور قابل قدر کتابیں لکھی گئیں۔ اور ہمارے بزرگوں نے بہت بڑا ذخیرہ علم کا ہمارے لئے چھوڑا اور ہم ان کے علم اور اجتہاد اور رائے اور تالیفات سے بہت بڑی مدد پاتے ہیں۔ مگر کوئی بھی اُن میں معصوم نہ تھا۔ نہ کسی پر جبریل امین وحی لائے تھے نہ کسی کی شان میں خدا نے ماینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی فرمایا تھا۔ اس پر بھی اگر کوئی کسی کو ہر طرح سے ہر بات میں اور ہر حالت میں واجب التقلید سمجھے اور باوجود ظاہر ہوجانے غلطی کے خواہ وہ عقل و فطرت کی وجہ سے ہو یا کسی اور سبب سے اُسی کی کہی ہوئی یا لکھی ہوئی بات کو سچ سمجھتا اور یقین کرتا رہے تو وہ میرے نزدیک مشرک فی صفۃ النبوۃ ہے اور عقل سے خارج اور راہ راست سے کوسوں دور۔ کیا خوب فرمایا امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے من جعل الحق وقفا علی واحد من النظار فھو الی الکفر والتناقص اقرب بس جب کہ عالموں اور کتابوں کی نسبت میری یہ رائے ہے اور جسے آپ خوب جانتے ہوں تو آپ میرے اس تعجب اور تاسف کا اندازہ کرسکتے ہیں جو آپ کی تحریر سے مجھے ہوا ہوگا۔ خیر آپ کو اختیار ہے جو سبب چاہیں آپ اس کا قرار دیں خواہ بچپن کے خیالات کو خواہ علما کے اقوال پر یقین کرنے کو۔ مگر میرے

نزدیک تو اس کا سبب صرف یہ ہے کہ آپ کی تفسیر بعض مقام پر تفسیر الکلام بما لا یرضی بہ قائلہ ہے ۔

جناب من ۔ مجھے تو آپ نے اپنی تفسیر کے اعلیٰ مقامات کے نہ سمجھنے پر یہ الزام لگایا ۔ کہ بچپن کی سُنی سُنائی ہوئی باتیں دل میں ایسی جم گئی ہیں ۔ کہ انہوں نے غور و فکر کی قوت کو بیکار کر دیا ہے ۔ مگر یہ تو فرمائیے کہ اس زمانہ کے فلاسفر اور سائنس (علم) کے جاننے والے جو تمام درجے نیچر (فطرۃ) کے طے کر کے نئی روشنی دنیا میں پھیلا رہے ہیں ۔ اگر حضرت کی نسبت کہیں کہ گو آپ نے تقلید چھوڑ دی کتابوں کو ردی سمجھا عالموں اور مفسروں کی تضحیک کی اور اپنے نزدیک تحقیق کے بڑے بڑے درجہ پر قدم رکھا اور قرآن کو نیچر اور قوانین نیچر کے مطابق کرنے میں بڑی زحمت اُٹھائی ۔ مگر باوجود اس عالی دماغی اور روشن ضمیری اور محققانہ خیالات اور حکیمانہ دماغ کے بچپن کی سُنی سُنائی باتوں کے اثر سے آپ اپنے آپ کو بچا نہ سکے[۱] ۔ اور اب تک خدا کے مقرر رسول کے قایل اور اصول دین کے معتقد بنے رہے ۔ قصور معاف ۔ آپ کو اس کے جواب دینے میں اتنی آسانی نہ ہوگی جتنی کہ مجھے آپ کے ارشاد کے جواب میں ہے ۔ اِس لئے کہ میں ایک حد پر پہنچکر عقل کو معزول اور فطرت سے اپنے آپ کو بیخبر کہکر اپنا پیچھا چھڑا لوں گا ۔ اور علیٰ بدین العجایز کا اقرار کرنے لگوں گا ۔ مگر آپ کو بڑی مشکل پیش آوے گی کہ آپ ایک اصول کو بھی اصول دین سے اور ایک اعتقاد کو بھی منجملہ معتقدات مذہب کے ماڈرن سائنس (علوم جدیدہ) اور زمانۂ حال کے فلسفہ کی رُو سے لا آف نیچر کے مطابق ثابت نہ کر سکیں گے[۲] ۔ یہ میرا کہنا درحقیقت معارضہ بالمثل نہیں ہے اور نہ آپ کی جناب میں گستاخانہ خیال ۔ میں اپنی ارادت اور عقیدت اور آپ کی شان کو اس سے بہت ارفع و اعلیٰ سمجھتا ہوں کہ کوئی بے ادبانہ اور گستاخانہ بات زبان پر لاؤں مگر عقیدت یا عظمت واقعات کو بدل نہیں سکتی ۔ جو کچھ میں نے کہا ہے یہ ایک واقعہ ہے اور اِس زمانہ کے فلاسفر اور حکیم اور نئی سائنس کے عالم مذہبی خیالات رکھنے والوں کی نسبت یہی کہتے ہیں ۔ چنانچہ ایک بہت بڑا یورپین عالم اپنی ایک مشہور کتاب میں جہاں اُس نے خدا کی قدرت اور ارادہ اور علم اور تصرف فی العالم اور خالق خیر و شر ہونے سے انکار کیا ہے اور اُسے صرف ایک ایسی علۃ العلل قرار دیا ہے جسے کسی قسم کا اختیار یا تصرف عالم میں نہیں ہے ۔ کہتا ہے کہ " یہ عقیدہ پُرانے خیالات سے زیادہ تر

---

[۱] کچھ عجب نہیں کہ اس مقام پر جو کچھ کہا ہے سچ ہو مگر میں نے اپنی دانست میں خدا اور رسول کو اور اسلام کی حقیقت کو بعد تحقیق اور بعد یقین مانا ہے باینہمہ اگر اُسمیں کوئی شائبہ بچپن کی سُنی ہوئی باتوں اور تعلیم پائے ہوئے کے اثر کا ہو تو اسکے ہونے میں انکار نہیں کر سکتا ۔ ۱۲ سید احمد ۔

[۲] یہ کہنا صحیح نہیں ہے کیونکہ مجھ کو دعویٰ ہے اور یقین ہے کہ میں عہدہ برآ ہو سکوں گا ۔ و الا فہو کاف لتسکین قلبی و لا حاجۃ لی ان اقول علیٰ بدین العجایز ۔ ۱۲ ۔ سید احمد

صاف اور عاقلانہ ہے۔ مگر اس میں شک نہیں کہ اس کے ماننے کے لئے زیادہ قوت دل کی ضرورت ہے اور جن لوگوں کو ہر معمولی واقعہ میں خدا کی خاص قدرت اور ارادہ اور پیش بینی اور ہر روزمرہ کی چیزیں اس کی نگرانی اور علم کے آثار پانے کی عادت ہو گئی ہے اُن کو یہ عقیدہ سرد اور غیر تسکین بخش معلوم ہو گا۔ لیکن اُمیدیں اور خیالات واقعات کے مقابلہ میں بے طاقت ہیں"۔ ایک اور صاحب فرماتے ہیں کہ "جسے لوگ خدا اور خالق کہتے ہیں وہ خود انسان کا مخلوق ہے" یعنی اپنے دل سے اُسے پیدا کر لیا ہے اور اپنے صفات کا جامع قرار دیا ہے"۔ یہ صاحب دنیا کے ناقص اور مکمل اور بے ترتیب ہونے پر اُسکے بنانے والے کو براہ تمسخر و طنز نو آموز قرار دے کر خدا کے ماننے والوں کو احمق اور بے وقوف کہتے اور کتب آسمانی کے غلط اور جھوٹ ہونے پر انہیں کی شہادت لاتے ہیں۔ چنانچہ انجیل سی پاک کتاب کی نسبت آپ فرماتے ہیں کہ "میری رائے میں کسی دانشمند آدمی کو اس بات کے یقین دلانے کو انجیل انسان کی بناوٹ بلکہ وحشیانہ ایجاد ہے۔ صرف اسی قدر ضرورت ہے کہ وہ انجیل کو پڑھے"۔ پھر آپ لوگوں سے فرماتے ہیں کہ "تم انجیل کو اس طور سے پڑھو جیسے کہ تم اور کسی کتاب کو پڑھتے ہو۔ اور اسکی نسبت ایسے خیالات کرو جیسے کہ اور کتابوں کی نسبت کرتے ہو۔ اپنی آنکھوں سے تعظیم کی پٹی نکال ڈالو۔ اور اپنے دل سے خوف کے بھوت کو بھگا دو اور دماغ اوہام سے خالی کر دو۔ تب انجیل مقدس کو پڑھو۔ تو تم کو تعجب ہو گا کہ تم نے ایک لحظ کے لئے بھی کیونکر اس جہالت اور ظلم کے مصنف کو عقلمند اور نیک اور پاک خیال کیا تھا"۔* یہ خیالات کچھ ایک دو مصنفوں کے نہیں ہیں بلکہ کثرت سائنس کے جاننے والے مذہب کے ماننے والوں اور خدا کے متصف بصفات وجوبیہ و سلبیہ سمجھنے والوں پر نہایت تعجب اور تاسف کرتے ہیں۔ پس جبتک کہ آدمی علم کی معراج کے اس درجہ پر نہ پہنچ جاوے وہ ایسے لوگوں کے نزدیک ضرور آبائی خیالات کا پابند سمجھا جاویگا اور جب تک خدا اور رسول اور معاد اور اصول دین کو مانتا ہے گو وہ کتنی ہی زینے علم و نیچر کے طے کر چکا ہو مجھ ہی سا ضعیف القلب اور کمزور ٹھہرے گا۔ اگر فرق ہو گا تو کمی بیشی کا۔ مجھے ایسے لوگ زیادہ بودے دل کا سمجھیں گے اس لئے کہ میں خدا کو قاضی الحاجات سمجھتا ہوں۔ دعا کو ایک سبب حصول مقصد کا اور اجابت دعا کے معنی مطلب کا حاصل ہونا جانتا ہوں۔ جبرئیل کو ایک فرشتہ وحی کا لانیوالا اور نبوت کو ایک عہدہ خدا کا دیا ہوا خیال کرتا ہوں۔ آپکو ان باتوں کے انکار سے بہ نسبت میرے زیادہ اور زیادہ

* آپ یقین کریں کہ جب ہم اُن کے مقابل کچھ لکھیں گے تو اُن کے ان اقوال کا غلط ہونا نیچر کی رو سے اور عقلی دلائل سے ثابت کر دیں گے۔ ۱۲ سید احمد۔

ہمت والا سمجھیں گے۔ مگر پورا مرد اور بچپن کی سُنی سُنائی باتوں کی قید سے کامل آزاد نہ کہیں گے۔ اس لئے کہ آپ بھی خدا کے معتقد رسولؐ کے قایل قرآن مجید کے مقر ہیں اور عذاب وثواب حشر ونشر وغیرہ اصولِ دین کو مانتے ہیں گو بعض کی حقیقت میں عامہ مسلمین سے کچھ اختلاف رکھتے ہوں ✢

بہرحال جو دو سبب آپ نے میری مخالفت کے اپنی تفسیر سے قرار دیئے ہیں۔ اُن میں سے کسی ایک کو بھی میں نہیں مانتا۔ (الحمد للہ۔ ۱۲ سید احمد) اب رہا یہ امر کہ میرے پاس خدا کی بھیجی ہوئی وحی آئی تھی۔ جس سے مجھے ثابت ہوا کہ مرضی قایل یعنی خدا کی وہ نہیں ہے جو آپ سمجھے ہیں۔ اُس کی نسبت بادب تمام عرض کرتا ہوں کہ مجھ پر تو وحی آنے کی ضرورت جب ہوتی۔ کہ میں کوئی ایسی بات بیان کرتا جو انسانوں کی معمولی سمجھ سے خارج ہوتی یا وہ معنے قرآن کے بیان کرتا جسے نہ صاحب الوحی سمجھے تھے نہ صحابہ نہ آیمہ نہ عامہ مسلمین[1]۔ ہاں آپنے بعض مقامات پر قرآن کے وہ معنے بتائے ہیں جو نہ لفظوں سے نکلتے ہیں نہ محاورہ عرب کے مطابق ہیں نہ سیاق کلام کے موافق بلکہ جو اسلام کا منشا اور قرآن کا مقصود اور پیغمبر کی ہدایت کی اصلی غرض ہے اُن سب کے خلاف۔ پس ایسی صریح اور صاف بات کے لئے مجھ پر وحی آنے کی ضرورت نہ تھی اور خدا کی عام مرضی معلوم ہونے کے بعد جو معنی اُس کے خلاف لئے گئے اُس پر لا یرضٰی بہ قایلہ کہنا بیجا نہ تھا۔ اب رہا اس کا ثبوت۔ وہ میں آیندہ آپ کی تفسیر کے بعض اقوال نقل کر کے بخوبی دونگا[2] ✢

مگر باایں ہمہ آپ یہ خیال نفرمادیں کہ میں اُس ضرورت سے بے خبر ہوں جس نے آپ کو تفسیر لکھنے پر مجبور کیا۔ یا مذہب اور علم کی اُس لڑائی سے ناواقف ہوں جو نہایت زور شور سے اس زمانہ میں ہو رہی ہے۔ یا میں علم کے حملہ کو خفیف سمجھتا ہوں جو وہ نئے ڈھنگ سے اور نو ایجاد ہتھیاروں سے مذہب پر کر رہا ہے یا میں اپنے ہاں کی موجودہ کتابوں کو اس وقت کی ضرورت کیلئے کافی سمجھتا ہوں یا نئے خیالات دینی افکار کا مخالف ہوں۔ غالباً بہت کم آدمی ایسے ہونگے جو مجھ سے بڑھ کر اس بات کے خواہشمند ہوں کہ مذہب علم کے حملہ سے بچایا جاوے اور کم ایسے لوگ ہوں گے جو آپ کی اس مردانہ ہمت کی داد دیتے ہوں۔ آپ اِس لڑائی میں اسلام کا سفید عَلَم لیکر علم کے سامنے آئے اور ایسے غالب اور قومی حریف سے مصالحت کی کوشش کی۔ مجھ سے بڑھکر کوئی نہیں جانتا کہ تفسیر کے لکھنے سے آپ کا مقصود کیا ہے۔ کچھ نہیں سوائے اِس کے کہ اسلام اپنی سلطنت پر قایم رہے اور علم اُس کا

[1] ابھی یہ دعویٰ ثابت نہیں ہوا اور بغیر اس کے ثابت کرنے کے کیونکر اس کو دلیل ٹھیراتا ہے ✢ سید احمد ۱۲

[2] جب دو گے اور جب ثابت کرلو گے تب دلیل ہو گا اس وقت اُس پر استدلال بے موقع ہے ✢ سید احمد ۱۲

دوست سمجھا جاوے اور آپ کی تفسیر میں اِس بات کی بہت سی نشانیاں بھی پائی جاتی ہیں اور وہ غور سے دیکھنے والے کو نہایت اعلےٰ مضامین اور حکیمانہ خیالات اور محققانہ باتوں سے بھری ہوئی نظر آتی ہے۔ لاریب فیہ انہ کنز مدفون من جواھر الفواید وبحر مشحون بنفایس الفواید مگر میں یہ نہیں مانتا کہ آپ ہر جگہ اِس مقصود کے حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے بلکہ برخلاف اُس کے میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ آپ بعض جگہ تسامح کے درجہ سے گزر کر مغالطہ میں پڑ گئے اور جس حد پہنچکر آپ کو ٹھہرنا چاہیئے تھا اُس سے گذر گئے۔ آپ نے اُن باتوں کو جو اُس زمانہ کے علم و سائنس نے پیدا کی ہیں بغیر کسی شک و شبہ کے صحیح اور یقینی مان لیا۔ اور جو باتیں قرآن میں بظاہر اُس کی مخالف معلوم ہوئیں اُن میں ایسی تاویلیں کرنی شروع کیں کہ قرآن کا مقصود ہی فوت ہو گیا اور اس پر ستم ظریفی آپ کی یہ ہے کہ آپ تاویل کو کفر قرار دیتے اور اپنی تفسیر کو قرآن کے الفاظ اور سیاق اور محاورے اور مقصود و محاورے کے مطابق بتاتے ہیں۔ لیکن اس سے بھی آپ کا اصل مقصود کوسوں دور رہا۔ اِس لئے کہ نیچر اور لا آف نیچر اگر وہی ہے جو اِس زمانہ کے یوروپین حکیم بتاتے ہیں تو خدا کی خدائی اور رسولوں کی رسالت اور عذاب و ثواب کا اقرار وہی آبائی تقلید اور بچپن کی سُنی سنائی باتوں کا اثر سمجھا جاوے گا۔ اور قرآن باوجود انکار معجزات اور خرق عادات اور دعا اور اجابت دعا اور فرشتوں اور جنات کے نیچر اور لا آف نیچر کے مخالف ہی رہے گا۔ پس میرے نزدیک آپ دو مصیبتوں میں سے ایک میں سے بھی نہ نکل سکے۔ کہیں قرآن کے معنے سمجھنے میں غلطی کی اور کہیں نیچر اور لا آف نیچر کے ثابت کرنے میں۔ بعض جگہ تو آپ قرآن کا وہ مطلب سمجھے جو نہ خدا سمجھا نہ جبرئیل نہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نہ اصحابہ نہ اہلبیت نہ عامہ مسلمان اور کہیں نیچر کے دائرہ سے نکل گئے اور مذہبی آدمیوں کی طرح پُرانے خیالات اور پُرانی دلیلوں اور پُرانی باتوں کا گیت گانے لگے۔ چنانچہ آپ کی تفسیر میں دونوں باتوں کا جلوہ نظر آتا ہے جہاں آپ نے دعا اور اجابت دعا کے مشہور معنوں سے انکار کیا معجزات اور خرق عادات کو ناممکن سمجھکر حضرت عیسیٰ کے بے باپ پیدا ہونے اور اُن کی طفلی کے زمانہ کے واقعات اور احیائے اموات وغیرہ باتوں کو اہل کتاب کی کہانیاں بتلایا وہاں آپ نے دکھا دیا کہ آپ کی تفسیر قرآن کے الفاظ اور سیاق عبارت اور اُس کے عام منشاء سے کچھ مناسبت اور مطابقت نہیں رکھتی۔ اور جہاں آپ نے خدا کی خدائی اور پیغمبر کی پیغمبری اور قرآن کے کلام الٰہی ہونے اور ثواب عذاب وغیرہ کا اقرار کیا گو اُس کی حقیقت میں علمائے ظاہری کی رایوں سے اختلاف کیا ہو وہاں آپ نے ثابت کر دیا کہ نیچر اور لا آف نیچر کا کچھ بھی اثر آپ پر نہیں ہوا وہی سب پُرانے

خیالات آپ کے دل میں سمائے ہوئے ہیں۔ جن پر نیچر کے جاننے والے اور لاء آف نیچر کے ماننے والے ہنستے ہیں۔ کیا آپ ثابت کر سکتے ہیں کہ یہ اعتقادات لا آف نیچر (قوانین فطرت) کے مطابق ہیں (ہاں ۱۲ سید احمد) یا ماڈرن سائنس (علوم جدیدہ) سے اس کی تصدیق ہو سکتی ہے (ہاں ہو سکتی ہے ۱۲ سید احمد) اور اعتقادات کا تو کیا ذکر ہے۔ آپ صرف خدا کی خدائی فلسفہ جدید سے ثابت کر دیجئے (بیشک ۱۲ سید احمد) اور اُس کے خالق اور قادر اور حکیم اور علیم ہونے کا ثبوت حکماء زمانہ حال کے اقوال سے پیش کیجئے (اس کی مجھے حاجت نہیں۔ ۱۲ سید احمد) میرے نزدیک اکثر فلسفی تو ایسے باہمت اور بہادر دل کے قوی ہیں کہ وہ خدا کے وجود کے اعتقاد سے بڑھکر کسی بات کو بیہودہ نہیں سمجھتے اور نعوذ باللہ خدا کو خود انسان کے وہم و خیال کا پیدا کیا ہوا کہتے ہیں۔ ہاں بعض اس کے وجود کے قائل ہیں یا یوں کہیئے کہ منکر نہیں ہیں۔ مگر وہ بھی کس خدا کے قائل ہیں اُس خدا کے نہیں جو ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام اور محمدؐ کا خدا ہے بلکہ اُس خدا کے جو ڈارون اور ہیکل کا خدا ہے جس کا نام اُن کی زبان میں فرسٹ کاز اور عربی میں علۃ العلل ہے و ایں خدا بجوے نمی ارزد و بکار نمی آید۔ اُن کے خدا نے نہ کسی چیز کو اپنے ارادے اور مرضی سے پیدا کیا اور نہ کر سکتا ہے نہ کسی چیز میں تصرف کیا نہ کر سکتا ہے نہ وہ کسی قسم کا اختیار رکھتا ہے نہ کسی چیز کو جانتا ہے نہ کسی بات کو سُنتا ہے۔ نہ قاضی الحاجات ہے نہ سمیع الدعوات۔ نہ فاعل مختار ہے نہ قادر علی الاطلاق۔ ہاں اس سے انکار نہیں کہ وہ ایک ہستی ہو جس سے کوئی غیر معلوم مادہ بلا اس کے اختیار اور بغیر اس کی مرضی کے اور بغیر تقدم زمانہ کے ظاہر یا پیدا ہو گیا۔ اور اس سے دوسرا اور دوسرے سے تیسرا اور تیسرے سے چوتھا۔ وعلم جرا مواد پیدا ہوتے ہوتے مادی کائنات کا ظہور ہوا اور ایک ناکامل حالت سے آہستہ آہستہ ترقی کرتے کرتے لاکھوں کروڑوں برسوں کے تغیرات اور تنازعات کے بعد یہ دنیا بنی۔ اور جو کچھ اب ہم دیکھتے ہیں اس کا اس طور پر ظہور تدریجی عمل میں آیا۔ ولکن لیس فیما ما یدل علی الاختیار بل کلہ عن الاضطرار۔ پس اگر یہ مسئلہ نیچر کا مان لیا جاوے اور یہ لاز آف نیچر تسلیم کرلئے جاویں۔ تو فرمایئے کہ وہ خدا جو خالق اور صانع قادر اور مرید سمیع علیم مصور اور حکیم اور کیا کیا مانا جاتا ہے کہاں باقی رہتا ہے اور جب تک کوئی ڈراون کا ہمخیال اور ہیکل کا ہمصفیر نہ بن جاوے کیونکہ وہ دل کا مضبوط اور دانشمند کہا جا سکتا ہے[۱]۔ رہا اُن کا

[۱] ہم ان کی ان سب باتوں کی غلطی نیچر سے ثابت کرنے کو موجود ہیں اور نیچر ہی سے اُس خدا کو ثابت کرتے ہیں جو ابراہیم اور محمدؐ کا خدا ہے۔ ۱۲ سید احمد۔

ہم خیال اور ہمصفیر ہونا۔ اِس کی کسی اور کو خواہش ہو تو ہو مگر مجھے تو نہ اُس کی خواہش ہے اور نہ طاقت (شاباش۔ شاباش ۱۲ سید احمد) میرا بودا دل اور ضعیف دماغ تو اپنے اولڈ (پُرانے) خدا کے چھوڑنے اور ساری صفات سے اُسے خالی کر کے صرف فرسٹ کاز (علۃ العلل) ماننے سے بہت گھبراتا اور لرزتا ہے (شاباش۔ شاباش ۱۲ سید احمد) میں تو اپنی نادانی اور بزدلی کو اپنے حق میں ایسے حکیموں کی دانائی اور جوانمردی سے بہت زیادہ مفید سمجھتا ہوں۔ لان البلاھۃ ادنی الی الخلاص من فطانۃ تبراء والعمی اقرب الی السلامۃ من بصیرۃ حولاء۔

اب میں اس خط کو تمام کرتا ہوں اِس لئے کہ جو دلچسپ مضمون آپنے چھیڑا ہے وہ ایک یا دو خط میں نہیں آسکتا۔ ضرور ہے کہ ایک سلسلہ ایسی تحریرات کا آپ کی اور آپ کی بدولت اَور شائقین کی خدمت میں پیش کیا جاوے۔ میں اگلے خط میں نیچر اور لا آف نیچر اور ورک آف گاڈ یعنی خدا کے کام اور ورڈ آف گاڈ یعنی خدا کے کلام سے جو آپکی تفسیر کے اصول میں سے ایک اصول ہے بحث کروں گا۔ اور اس بات کو دکھادوں گا اس زمانہ کی سائینس کی رُو سے جن کو آپ ورک آف گاڈ اور ورڈ آف گاڈ کہتے ہیں بلکہ خود گاڈ خیالی ڈھکوسلے اور اولڈ فشن والوں کے سڑیل خیالات ہیں۔ کہاں کا گارڈ اور کہاں کا ورک آف گاڈ اور کیسا ورڈ آف گاڈ علم کی روشنی نے اِن تاریک خیالات سے دنیا کو پاک کرنا شروع کردیا ہے اور جن کے دل نئے خیالات کی تیز شعاعوں سے روشن ہو گئے ہیں۔ وہ ان لغویات کو کچھ نہیں سمجھتے۔ اُن کے نزدیک اِن پُرانی باتوں اور ان جہالت و وحشت کے یادگار خیالات کی جگہ اب باقی نہیں رہی اِلا اُن دلوں میں جو آبائی تقلید کے بندوں میں پھنسے ہوئے اور بچپن کی سُنی سُنائی باتوں کے دام میں گرفتار ہیں۔ ورنہ ماڈرن سائینس نے فتویٰ دیدیا ہے کہ خدا وجود معطل ہے۔ ترقی اور الوہیت بیہودہ خیالات ہیں۔ دعا اور عبادت وحشیون اور جاہلوں کے ڈر اور خوف کا نتیجہ ہے۔ نبوت دھوکہ کی ٹٹی ہے۔ وحی افسانہ ہے۔ الہام خواب ہے۔ روح فانی ہے۔ قیامت ڈھکوسلہ ہے۔ عذاب و ثواب انسانی اوہام ہیں۔ دوزخ و جنت الفاظ بے معنی ہیں۔ انسان صرف ایک ترقی یافتہ بندر ہے۔ مابعد الموت نہ سزا ہے نہ جزا۔ وہ مرنے کے بعد سب جھگڑوں قصوں سے پاک ہے۔ پس اے میرے بزرگ سرسید اور اے میرے پیارے مرشد یہ ہیں خیالات ان لوگوں کے جو کہ حقیقت میں دل کے قوی اور عقل کے کامل اور حکمت کے موجد اور علم کے دریا کے شناور ہیں۔

الذین یستحبون الحیوٰۃ الدنیا علی الاٰخرۃ ویصدون عن سبیل اللہ و یبغونہا عوجا اولئک فی ضلال بعید ۱؎

محسن الملک

جواب از طرف سید احمد خاں

مکرمی مہدی

آپ کا نہایت طولانی خط نہایت دلچسپ فصیح و زبردست۔ دلکش مملو از قوت۔ ایمانی و ممزوج از فطرت ربانی پہنچا۔ خوبی تحریر و فصاحت بیان جیساکہ آپ کا خاصہ تسلیم کیا گیا ہے۔ آپ کی ہر تحریر میں پایا جاتا ہے خواہ میرے نام کا ہو خواہ لکچر اشاعت اسلام پر خواہ اور کوئی لکچر۔ معاف کیجئے۔ اتنا ضرور کہوں گا کہ ذرا سی کسر تعمق نظر میں ہو جاتی ہے۔ وعندی ھذا دابکم۔

بات یہ ہے کہ میں خود یہ چاہتا ہوں کہ کوئی دوست اور صاحب سمجھ ایسا ہو جو میری تفسیر پر متوجہ ہو اور اُس کی غلطیوں سے مجھے آگاہ کرے۔ اور شاید آپ کو یقین ہوگا۔ کہ اگر وہ آگاہی آپ سے مجھ کو حاصل ہو۔ تو اس سے زیادہ خوشی مجھے اور کوئی نہیں ہو سکتی مگر جس طرح پر آپ نے یہ خط لکھا ہے یا آیندہ نسبت کسی مقام تفسیر کے کچھ لکھیں وہ کچھ مفید نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جو داب آپ کا میرے خیال میں ہے وہ مجھ کو اُس طرف لے جاوے گا کہ پوری غور نہیں کی اور اصل بات نہیں سمجھی۔

فروع ہمیشہ متفرع ہوتے ہیں کسی اصول پر اور اس لئے فروع پر بحث مفید نہیں ہوتی جب تک کہ وہ اصل جس پر وہ فرع متفرع ہے صحیح یا غلط نہ قرار پاوے۔ اگر وہ اصل صحیح ٹھہرے تو ضرور ہے۔ کہ فروع اُس کے تابع قرار دیئے جاویں اور صحت اصل وہی دلیل قاطع اور برہان قطعی اس امر کی صحت کی ہوگی جو بات کہ بلحاظ تابع ہونے اُس فرع کے اپنی اصل سی قرار دی گئی ہے۔

۱؎ لاکن یاحبیبی انت تنظر الامور بعین واحدۃ لا بعینین تارۃ تنظر الاسلام بعین و تارۃ اقوال الملحدین بعین ولا تنظر ما بجانب الاخر فلو نظرت کلیہما بعینین لکشفت لک حقیقۃ الاسلام ظاہرۃ وباطنۃ ولظہرت لک الاغلاط والصواب فی اقوال الملحدین الذین ذکرت اقوالہم باعظم الشان وفضل البرہان ولاخترت صراطا مستقیما اللہم اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین۔ آمین۔ ۱۲۔ سید احمد

مثلاً امام شافعی کے نزدیک حرمت مصاہرت بدون ازدواج شرعی کے نہیں ہو سکتی۔ اب اس پر یہ امر متفرع ہے کہ اگر کسی کے باپ کی کسی عورت سے آشنائی ہو اور کتنی ہی مدت رہی ہو بیٹا اُس سے نکاح کر سکتا ہے۔ یا خود کسی شخص نے کسی عورت سے آشنائی رکھی ہو پھر اُس کی بیٹی سے نکاح کر سکتا ہے۔ اس فرع کی بہت سی عیوب اور خرابیاں بیان ہو سکتی ہیں لیکن جب تک وہ اصل غلط نہ ٹھہرے فرع کے نقصان و عیوب بیان کرنے سے کوئی نقصان لازم نہیں آتا۔ بلکہ صحت اصل دلیل قاطع صحت فرع کی ہے وہ بحال خود باقی رہتی ہے۔ جب تک کہ وہ اصل باطل نہ ہو۔

مشکل یہ ہے کہ ہم میں اور تم میں یہ امر طے نہیں ہوئے کہ اصول تفسیر کیا ہیں۔ یا کیا ہونے چاہئیں۔ جب وہ اصول قرار پا جاویں اُس وقت کسی خاص آیت پر بحث ہو سکتی ہے۔ اور بغیر اس کے یہ کہدینا کہ یہ تفسیر نہ محاورہ عرب کے مطابق ہے نہ سیاق کلام کے موافق۔ بلکہ جو اسلام کا منشا اور قرآن کا مقصود اور پیغمبر کی ہدایت کی اصل غرض ہے اُن سب کے برخلاف ہے۔ کچھ مؤثر نہیں۔ اس طرح اُوٹ پٹانگ بات کہدینے سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔

میں چاہتا ہوں کہ مجھ سے اور آپ سے مکاتبات ہوں صرف متعلق تفسیر اور وہ بطور رسالہ کے جمع کئے جاویں اور اُس کا نام "مکاتبات الخلان فی اصول التفسیر و علوم القرآن" رکھا جاوے۔ شروع ان مکاتبات کی اس طرح پر ہو۔ کہ میں آپ کی خدمت میں ہر ایک اصول تفسیر کو وقتاً فوقتاً بھیجوں۔ اگر وہ اصول آپ کے نزدیک صحیح ہو تو آپ اُس پر لکھدیں۔ کہ یہ اصول صحیح ہے۔ پس وہ ہم میں اور آپ میں اصول مسلمہ ہوگا۔ خواہ وہ اصول ہم دونوں نے بلحاظ مذہب آبائی تسلیم کیا ہو خواہ از روئے تحقیق کے۔

اور جس اصول کو آپ غلط تصور کریں اس کی تردید کریں۔ بعد تحریرات تین امر اُس کی نسبت ہوں گے۔ یا تو آپ اُس کو تسلیم کر لیں گے تو وہ اصول مسلمہ فریقین ہو جاویگا اور یا آپ کی تردید کو میں تسلیم کر لوں گا۔ تو اُس پر کوئی تفریع معانی قرآن میں نہ کی جاوے گی۔ یا ہم دونوں میں اختلاف باقی رہے گا۔ اس صورت میں وہ اصول آپ کے مقابلہ میں حجت نہ ہوگا۔

جب یہ اصول اس طرح پر طے ہو جاویں اُس وقت میں آپ کو اجازت دوں گا کہ اب میری تفسیر کے جس مقام کو آپ غلط سمجھیں اُس پر تحریر فرماویں۔ مگر جب تک اس طرح پر اوّل اصول نہ قرار پالیں اعتراضات و تحریرات و جواب و سوال محض بے سود معلوم

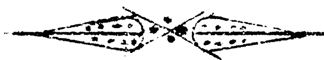
ہوتے ہیں۔ اور اوقات عزیز کا ضایع ہوتا ہے۔ اگر اس طرح ایک رسالہ اصول تفسیر کی تحقیق میں ہماری اور آپ کی تحریرات کا جمع ہوجاوے تو کچھ شبہ نہیں کہ نہایت ہی مفید اور بکار آمد ہوگا۔ پس اگر آپ اس بات کو منظور کریں تو میں آپ کی خدمت میں اُن اصولوں کو وقتاً فوقتاً بھیجنا شروع کردوں۔ بعد اس کے نسبت تفسیر کے جو تحریر ہو وہ ہو۔

اخیر خط میں جو آپ نے لکھا ہے کہ نئے خیالات کی روشنی سے میں بتاؤں گا کہ نہ خدا ہے نہ ورک آف گاڈ اور نہ ورڈ آف گاڈ بلکہ انسان ایک بندر ترقی یافتہ ہے جو فنا ہوجاوے گا۔ یہ مباحث تفسیر کی بحث سے کچھ علاقہ نہیں رکھتے جب کہ آپ تفسیر کی صحت و عدم صحت سے بحث کرتے ہیں۔ تو قرآن کا تسلیم کرنا لازم آتا ہے اور اُس کو تسلیم کرکے اُس کی معنی کی صحت پر یا عدم صحت پر بحث رہ جاتی ہے۔ اگر خدا پر بحث کی جاوے تو وہ جداگانہ بحث ہے۔ پس آپ کا یہ خط اُس حد سے جس پر آپ نے پہلا خط لکھا ہے اور جس کا جواب میں نے لکھا خارج ہے اور جب اس طرح خارج از مبحث کلام ہوتا ہے۔ تو اس کی نسبت تحریرات فضول معلوم ہوتی ہیں۔ والسلام۔

الہ آباد — خاکسار

۸۔ اکتوبر ۱۸۹۲ء — سید احمد

اس خط کا جواب غالباً بسبب کثرت کام کے میرے پاس نہیں آیا۔ میرا ارادہ تھا کہ جب میری تفسیر پوری ہوجاوے گی اور اوّل سے آخر تک قرآن بنظر غایر تمام ہو جاوے گا۔ اس وقت میں دیباچہ تفسیر کا لکھوں گا اور اس میں وہ تمام اصول بیان ہونگا جو تفسیر لکھنے میں میں نے اختیار کیے ہیں۔ مگر چونکہ اُس کو زمانہ دراز درکار تھا۔ اِس لیے میں نے خیال کیا کہ مقدم اصولوں کو جو میں نے تفسیر کے لکھنے میں اختیار کیے ہیں لکھدوں اور باقی اصول اس وقت پر منحصر رکھوں جب کہ تفسیر تمام ہوجاوے اور خدا کی مرضی اُن کے لکھنے پر ہو۔ پس یہ چند مقدم اصول ہیں جن پر میری تفسیر مبنی ہے اور جو ایک رسالہ کی صورت میں لکھے گئے ہیں اور اس لیے میں نے اس کا نام بھی **تحریر فی اصول التفسیر** رکھا ہے۔ اب میں ان اصولوں کو شروع کرتا ہوں۔ وبہ نستعین وھو نعم المولےٰ ونعم النصیر ٭



الاصل الاوّل

یہ بات مسلم ہے کہ ایک خدا خالق کائنات موجود ہے۔ وھو احد صمد لم یلد و لم یولد۔ واجب الوجود حی لایموت۔ ازلی و ابدی۔ وھو علۃ العلل لجمیع المخلوقات علٰے ما کانت و علٰے ما تکون ؂

الاصل الثانی

یہ بھی مسلم ہے کہ اُس نے انسانوں کی ہدایت کے لئے انبیا مبعوث کئے ہیں اور محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم رسول برحق و خاتم المرسلین ہیں ؂

الاصل الثالث

یہ بھی مسلم ہے کہ قرآن مجید کلام الٰہی ہے۔ نزل علٰے قلب محمد صلے اللہ علیہ وسلم او یوحیٰ الیہ وانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ ماینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ ؂

الاصل الرابع

یہ بھی مسلم ہے کہ قرآن مجید بلفظہٖ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قلب پر نازل ہؤا ہے یا وحی کیا گیا ہے۔ خواہ یہ تسلیم کیا جائے کہ جبریل فرشتہ نے آنحضرت تک پہنچایا ہے جیسا کہ مذہب عام علمائے اسلام کا ہے۔ یا ملکہ نبوت نے جو روح الامین سے تعبیر کیا گیا ہے آنحضرت کے قلب پر القا کیا ہے جیسا کہ میرا خاص مذہب ہے کما قلت ؎

نہ جبریل امیں قرآں بہ پیغامے نمیخواہم
ہمہ گفتار معشوق است قرآنے کہ من دارم

اور ان دونوں صورتوں کا نتیجہ متحد ہے اور اس لئے اس پر کوئی بحث ضرور نہیں ہے ؂

مگر میں اس بات کو تسلیم نہیں کرتا کہ صرف مضمون القا کیا گیا تھا اور الفاظ قرآن آنحضرت صلعم کے ہیں جن سے آنحضرت نے اپنی زبان میں جو عربی تھی اُس مضمون کو بیان کیا ہے۔ والعجب ثم العجب علٰے ما قال الامام حجۃ الاسلام بل حجۃ اللہ فی الانام الشاہ ولی اللہ الدھلوی فی کتابہ التفہیمات الالٰہیہ حیث قال۔ فمن ذالک ان ای من التدلیات القرآن العظیم و ذالک ان الفاظ القرآن انما ھی من اللغۃ العربیۃ التی یعرفھا محمد صلے اللہ علیہ وسلم

وتخیلها والمعانی فایضۃ من الغیب تعلیما له صلے اللہ علیہ وسلم تدلیا الی الخلق فھم صار کلاما الھیا انما صار لان ارادۃ الخبیر بالناس امدت فی خیاله علیه السلام فھی اللتی جمعت الالفاظ ونظمھا ثم امد فی ھذا النظم فالبس لباسا محاکیا للجبروت فصار بذالک تدلیا الھیا/ سمی کلام اللہ (تفہیمات الہیہ صفحہ ۱۸۵) اللھم الا ان یقال ھذا بیان تدلیات وھو رحمۃ اللہ علیہ ادرج القران من حیث القاء المعانی تحت التدلیات +

مگر یہ قول شاہ صاحب کا عقل و نفس الامر دونوں کے مخالف ہے خود قرآن مجید میں ہے کہ وانہ لتنزیل رب العالمین نزل بہ روح الامین علی قلبک لتکون من المنذرین بلسان عربی مبین (سورۂ شعرا آیت ۱۹۲-۱۹۴) دوسری جگہ فرمایا ہے - انا انزلنا قرانا عربیا لعلکم تعقلون (سورۂ یوسف آیت ۳) اس سے ظاہر ہے کہ نزول قرآن قلب آنحضرت پر عربی زبان میں ہوا تھا نہ یہ کہ صرف معنی القا ہوئے تھے اور الفاظ جن سے وہ معنی تعبیر کئے گئے ہیں آنحضرت کے تھے +

نفس الامر کے اس لئے برخلاف ہے کہ خود تم اپنے نفس پر غور کرو کہ کوئی مضمون دل میں مجرد عن الالفاظ آہی نہیں سکتا اور نہ القا ہوسکتا ہے تخیل یا تصور کسی مضمون کا مستلزم اُن الفاظ کے تخیل یا تصور کا ہے جن کا وہ مضمون مدلول ہے مضمون کا الفاظ سے مجرد ہونا محالات عقلی سے ہے اور اس لئے قرآن مجید بلفظہ آنحضرت کے قلب پر القا ہوا تھا اور وہی الفاظ اور اسی نظم سے جس طرح القا ہوئے آنحضرت نے لوگوں کو پڑھ سنایا +

الاصل الخامس

قرآن مجید بالکل سچ ہے کوئی بات اس میں غلط یا خلاف واقع مندرج نہیں ہے خود قرآن مجید میں ہے وانہ لکتاب عزیز لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ تنزیل من حکیم حمید (سورہ فصلت السجدہ آیت ۴۱) اور حکایۃً کسی کا قول نقل کرنا صرف بغرض بیان یا بغرض تردید یا لوگوں کے اعتقادات کو جو منافی مقصد قرآن کے نہیں ہیں بلا بحث اُن کی اصلیت اور واقفیت کے تسلیم کرکے اُن پر استدلال کرنا یا بطور حجت الزامی کے پیش کرنا یا امور ظاہر الوقوع کو اُن کی ظاہری حالت پر بلا اُن کی اصلی لیست پر بحث کے بیان کرنا یا کلام غیر مقصود بالذات کا اثنائے کلام میں آنا قرآن مجید کی صداقت کی منافی نہیں ہے +

الاصل السادس

صفات ثبوتی اور سلبی ذات باری کے جس قدر قرآن مجید میں بیان ہوئے ہیں سب سچ

اور درست ہیں مگر اُن صفات کی ماہیّت کا من حیث ھی ھی جاننا ما فوق عقل انسانی ہے اِس لئے وہ صفات جس کیفیت یا جس حیثیت سے ہمارے ذہن میں ہیں اور جن کو ہم نے ممکنات سے اخذ کیا ہے بعینہٖ وبحیثیتہٖ ذات باری پر جو واجب الوجود ہے منسوب نہیں کر سکتے اور صرف یہ کہتے ہیں کہ اُن صفات کے جو معنی مصدری ہیں وہ ذات باری میں موجود ہیں یعنی علم ایجاد۔ قدرت۔ حیات۔ الی غیر ذالک اور نیز اُن صفات کا ذات واجب الوجود یا علۃ العلل میں ہونا ضروری سمجھتے ہیں +

الاصل السّابع

صفات باری عین ذات ہیں اور وہ مثل ذات کے ازلی وابدی ہیں ورمقتضائے ذات ظہور صفات ہے بایّ وجہ کان وبایّ شان یکون۔ علمائے متکلمین کا یہ مذہب ہے کہ صفات باری عین ذات ہیں۔ اور نہ غیر ذات۔ مگر فلاسفۃ الیین عین ذات سمجھتے ہیں اور اس لئے ان کا ظہور مقتضائے ذات قرار دیتے ہیں مگر یہ سب نزاع لفظی ہے اور نتیجہ واحد ہے ہاں اس میں شبہ نہیں کہ متکلمین نے جو امر اختیار کیا ہے اس کیلئے حجت ساطع اور برہان قاطع نہیں ہے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تفہیمات الٰہیّہ میں فرماتے ہیں کہ "ان نزاع الفلاسفۃ والمتکلمین فی ان اللہ تعالیٰ خالق بالاختیار او بالایجاب لیس فی معارک المعنی فی شئی۔ لما کان الارادۃ عند الفلاسفہ عین الذات کان الابداع ایجابا +

الاصل الثامن

تمام صفات باری کی نامحدود اور مطلق عن القیود ہیں یفعل ما یشاء ویحکم ما یرید ہیں وہ اُن وعدوں کے کرنے کا مختار تھا جن کو اُس نے کیا ہے اور اس قانون فطرت کے قائم کرنے کا بھی مختار تھا جس پر اُس نے کسی کائنات کو بنایا ہو یا اس موجودہ کائنات کو بنایا ہے یا آئندہ اور کسی صورت میں بنادے مگر اس وعدہ اور قانون فطرت میں جب تک کہ وہ قانون فطرت قایم ہے تخلف محال ہے اور اگر ہو و ذات باری کی صفات کاملہ میں نقصان لازم ہے اور ان وعدوں کا کرنا اور قانون فطرت پر کائنات قائم کرنا اس کی قدرت کے مطلق عن القیود اور نامحدود ہونے کی معارض نہیں ہو سکتا +

قال اللہ تعالیٰ۔ وعد اللہ الذین اٰمنو وعملو الصّٰلحٰت لھم مغفرۃ واجر عظیم۔ والذین کفروا وکذبوا بایاتنا اولئک اصحاب الجحیم (آیت ۱۲ و ۱۳ سورۃ المائدہ۔ ۵) +

وعد اللہ المنافقین والمنافقات والکفار نار جہنم خالدین فیہا۔
(آیت ۶۹ سورۃ التوبہ ۹) +
وعد اللہ المؤمنین والمؤمنات جنات تجری من تحتہا الانہار خالدین فیہا (آیت ۷۳ سورۃ التوبہ ۹) +
جنات عدن التی وعد الرحمٰن عبادہ بالغیب انہ کان وعدہ ماتیا (آیت ۶۱ سورہ مریم ۱۹)
وقالوا لن تمسنا النار الا ایاما معدودات قل اتخذتم عند اللہ عہدا فلن یخلف اللہ عہدہ ام تقولون علی اللہ ما لا تعلمون (آیت ۷۴ سورۃ البقرہ ۲) +
ونادی اصحاب الجنۃ اصحاب النار ان قد وجدنا ما وعدنا ربنا حقا فہل وجدتم ما وعد ربکم حقا قالوا نعم (آیت ۴۲ الاعراف ۷) +
ولولا کلمۃ سبقت من ربک لقضی بینہم (آیت ۴۵ فصلت ۴۱ حم السجدہ) +
ان اللہ لا یخلف المیعاد (آیت ۷ آل عمران ۳) +
کان وعدہ مفعولا (آیت ۱۸ مزمل ۷۳) +
فاصبر ان وعد اللہ حق (۷۷ و ۵۵ سورۃ المؤمن ۴۰) +

ان آیتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالےٰ نے وعدہ کیا ہے اور تخلف وعدہ نہیں ہونے کا اور باوجود ان وعدوں اور اُن کی عدم تخلف کے جا بجا اپنے تئیں قادر مطلق اور افعال لما یرید بیان کیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وعدہ اور عدم تخلف وعدہ اس کے قادر مطلق ہونے اور اس کی صفات کے مطلق عن القیود ہونے کی منافی نہیں ہے +

یہی حال قانون فطرت کا ہے جس پر یہ کائنات بنائی گئی ہے پہلا قولی وعدہ ہے اور قانون فطرت عملی وعدہ اس قانون فطرت میں سے بہت کچھ خدا نے ہم کو بتایا ہے اور بہت کچھ انسان نے دریافت کیا ہے گو کہ انسان کو ابھی بہت کچھ دریافت نہ ہوا ہو۔ اور کیا عجب ہے کہ بہت کچھ دریافت نہ ہو۔ مگر جسقدر دریافت ہوا ہے وہ بلاشبہ خدا کا عملی وعدہ ہے جس سے تخلف قولی وعدہ کی تخلف کے مساوی ہے جو کبھی نہیں ہو سکتا +

خدا نے فرمایا ہے۔ انا کل شی خلقناہ بقدر (آیت ۴۹ قمر ۵۴) پس جس اندازہ پر خدا نے چیزوں کو پیدا کیا ہے اس سے تخلف نہیں ہو سکتا +

پھر خدا فرماتا ہے ولکل امۃ اجل فاذا جاء اجلہم لا یستاخرون ساعۃ ولا یستقدمون (آیت ۳۴ اعراف ۷) پس ممکن نہیں ہے کہ جو وقت جس چیز کے لئے مقرر ہے

وہ کسی طرح ٹل سکے ٭

پھر خدا فرماتا ہے ۔ فاقم وجھک للدین حنیفا فطرت اللہ التی فطر الناس علیھا لاتبدیل لخلق اللہ ذالک الدین القیم ولکن اکثر الناس لا یعلمون (آیت ۲۹ ۔ الروم ۳۰)

پس جس فطرت پر خدا نے انسان کو پیدا کیا ہے اس کی تبدیلی نہیں ہو سکتی ٭

دوسری جگہ فرماتا ہے ۔ لا تبدیل لکلمات اللہ (آیت ۶۵ ۔ یونس ۱۰) ہمارے نزدیک کلمات اللہ اور خلق اللہ دو مرادف الفاظ ہیں جن کا مطلب یہ ہے کہ فطرت میں تبدیل نہیں ہو سکتی ٭

پھر فرمایا ہے ۔ ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا (آیت ۶۲ احزاب ۳۳) پس جو طریق کہ خدا نے مقرر کیا ہے اس میں تبدل نہیں ہو سکتا ٭

یہ تو عام ہدایتیں نسبت قانون فطرت کے تھیں مگر خدا نے ہم کو خاص خاص قانون فطرت بھی بتائے ہیں اور فرمایا ہے کہ لقد خلقنا الانسان من سلالۃ من طین ۔ ثم جعلناہ نطفۃ فی قرار مکین ۔ ثم خلقنا النطفۃ علقۃ فخلقنا العلقۃ مضغۃ فخلقنا المضغۃ عظاما فکسونا العظام لحما ثم انشانا ہ خلقا آخر ۔ فتبارک اللہ احسن الخالقین (آیت ۱۲ ۔ ۱۴ ۔ المومنین ۲۳) ٭

دوسری جگہ فرماتا ہے کہ ۔ فانا خلقناکم من تراب ثم من نطفۃ ثم من علقۃ ثم من مضغۃ مخلقۃ وغیر مخلقۃ لنبین لکم ونقر فی الارحام ما نشاء الی اجل مسمی ثم نخرجکم طفلا ثم لتبلغوا اشدکم ومنکم من یتوفی ومنکم من یرد الی ارذل العمر لکیلا یعلم من بعد علم شیئا (آیت ۵ ۔ الحج ۲۲) ٭

ایک جگہ فرماتا ہے ۔ من آیاتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیھا وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ ان فی ذالک لایات لقوم یتفکرون (آیت ۲۰ ۔ الروم ۳۰) ٭

علاوہ ان کے اور بہت سی آیتیں اسی مضمون کی ہیں جن میں ہم کو قانون فطرت نے یہ بتایا ہے کہ جوڑے سے یعنی زن و مرد سے اور نطفہ کے ایک مدت معین تک مقر جگہ میں رہنے سے انسان پیدا ہوتا ہے پس اس قانون فطرت کے برخلاف اسی طرح نہیں ہو سکتا ۔ جس طرح کہ قولی وعدہ کے برخلاف نہیں ہو سکتا ٭

ایک جگہ فرمایا ہے ۔ وایۃ لھم اللیل نسلخ منہ النھار فاذا ھم مظلمون والشمس تجری لمستقر لھا ذالک تقدیر العزیز العلیم ۔ والقمر قدرناہ منازل حتی عاد کالعرجون القدیم لا الشمس ینبغی لھا ان تدرک القمر ولا اللیل سابق النھار وکل

فی فلک یسبحون (ایت ۳۷ - ۴۰ سورہ یٰسین ۳۶) +

پس یہ نہیں ہو سکتا کہ سورج خلاف قانون فطرت جس طرح کہ وہ چلتا ہؤا دکھائی دیتا ہے کسی کے لئے چلنے سے ٹھیر جاوے اور چاند اپنی منزلیں طے کرتا ہؤا جس طرح ہلال ہؤا تھا پھر ہلال نہ ہو - نہ یہ ہو سکتا ہے کہ سورج اور چاند ٹکرا جاویں - نہ یہ ہو سکتا ہے کہ رات دن گڈ مڈ ہو جاویں اور جب کہ یہ ثابت ہو گیا ہے کہ سورج کا چلنا زمین کی حرکت سے دکھائی دیتا ہے تو اسی آیت سے لازم آتا ہے کہ یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ زمین حرکت کرنے سے کسی وقت کسی کے واسطے ٹھیر جاوے ایسا ہونا خلاف قانون فطرت کے ہے اور وہ ایسا ہی ناممکن ہے جیسے کہ قولی وعدہ کے برخلاف ہونا ناممکن ہے +

پھر خدا نے ابراہیم کی زبان سے یہ قانون قدرت بتلایا کہ فان اللہ یاتی بالشمس من المشرق فات بھا من المغرب فبھت الذی کفر (ایت ۲۶۰ البقرہ ۲) پس یہ بات غیر ممکن ہے کہ جب تک یہ قانون فطرت قایم ہے سورج شرق سے طلوع نہ کرے اور اُسی کے ساتھ یہ بھی ناممکن ہے کہ زمین مغرب سے مشرق کی طرف اپنے محور پر گردش نہ کرے اس کے برخلاف ہونا ایسا ہی ناممکن ہے جیسے کہ قولی وعدہ کے برخلاف ہونا ناممکن ہے +

ایک جگہ ابراہیمؑ کے قصہ میں فرمایا ہے - فما کان جواب قومہ الا ان قالوا اقتلوہ او حرقوہ فانجاہ اللہ من النار (ایت ۲۳ عنکبوت ۲۹) فانجاہ اللہ من النار سے ثابت ہوتا ہے کہ احراق خاصہ نار کا ہے +

ایک اور جگہ تمثیل میں فرمایا ہے - فاصابھا اعصار فیہ نار فاحترقت (ایت ۲۶۸ - البقرہ ۲) پس ان دونوں آیتوں سے خدا نے ہم کو قانون فطرت یہ بتایا کہ آگ جلا دینے والی ہے - پس جب تک یہ قانون فطرت قایم ہے اس کے برخلاف ہونا ایسا ہی ناممکن ہے جیسے کہ قولی وعدہ کے برخلاف ہونا ناممکن ہے +

ایک جگہ موسےٰؑ کے قصہ میں فرمایا ہے کہ - واذا فرقنا بکم البحر فانجینا کم واغرقنا آل فرعون وانتم تنظرون (ایت ۴۷ البقرہ ۲) +

ایک جگہ فرمایا ہے - فاغرقناھم فی الیم بانھم کذبوا بایاتنا وکانوا عنھا غافلین (ایت ۱۳۲ اعراف ۷)

ایک جگہ فرمایا ہے - وقوم نوح لما کذبوا الرسل اغرقناھم وجعلناھم للناس آیہ (ایت ۳۹ - فرقان ۲۵) +

ان آیتوں میں اور ان کی مثل بہت سی آیتوں میں خدا نے یہ قانون فطرت بتایا کہ پانی میں

بوجھل چیز ڈوب جاتی ہے پس جب تک یہ قانون قدرت قایم ہے پانی سے یہ فطرت معدوم نہیں ہو سکتی اس کا معدوم ہونا ایسا ہی ناممکن ہے جیسے کہ قولی وعدہ کے برخلاف ہونا ناممکن ہے +

ایک جگہ خدا فرماتا ہے - هو الذی ارسل الریاح بشرا بین یدی رحمته وانزلنا من السماء ماء طهورا لنحیی به بلدة میتا ونسقیه مما خلقنا انعاما وا ناسی کثیرا (آیت ۵۰ فرقان ۲۵) پس یہ خیال ہو سکتا کہ بغیر بادل کے پانی برسے اور فوائد مینہ کے جو خدا نے بیان کئے ہیں وہ اُس سے حاصل نہ ہوں - اُن کے خلاف ہونا ایسا ہی ناممکن ہے جیسے کہ قولی وعدہ کا برخلاف ہونا ناممکن ہے +

یہ چند آئتیں ہم نے بطور مثال کے لکھی ہیں ان کے سوا اور بہت کچھ قرآن مجید میں آیا ہے اور خدا نے ہم کو قانون فطرت بتایا ہے +

علاوہ اس کے انسان نے ان چیزوں کے تجربہ سے جو خدا نے پیدا کی ہیں اس کی مخلوقات کے قانون فطرت کو معلوم کیا ہے اور بے شبہ وہ دعوے نہیں کر سکتا کہ اس نے مخلوقات کے تمام قوانین فطرت کو دریافت کر لیا ہے ان میں سے بہت سے ایسے محققہ ہیں جو درجہ یقین کو پہنچ گئے ہیں اور کچھ ایسے ہیں جو ابھی درجہ یقین کو نہیں پہنچے - اور معلوم نہیں کہ ابھی تک کس قدر نا معلوم ہیں +

جو کچھ کہ ہم نے قرآن مجید کی آیتوں سے قانون فطرت بتایا ہے اس پر کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ قانون فطرت عام نہیں ہے بلکہ اُس میں مستثنیات بھی ہیں لیکن اُس کے ذمہ اُن مستثنیات کا قرآن مجید سے ثابت کرنا لازم ہوگا - مگر ہمارا یہ دعوے ہے کہ قرآن مجید سے اس قانون فطرت میں مستثنے ہونا ثابت نہیں ہوتا جس کو ہم آیندہ بیان کرینگے +

جو قانون قدرت کہ انسان نے تجربہ سے قایم کیا ہے اُس کی نسبت کہا جا سکتا ہے کہ جب تمام قانون فطرت ابھی تک نا معلوم ہیں تو ممکن ہے کہ کوئی قانون فطرت ایسا ہو جس سے مستثنیات ثابت ہوتے ہوں - مگر یہ کہنا کافی نہیں ہے اس لئے امکان عقلی تو کوئی شے وجودی نہیں ہے صرف ایک خیال غیر محقق الوقوع ہے - وان الظن لا یغنی من الحق شیئا - علاوہ اس کے امکان کا اطلاق اُس چیز پر ہوتا ہے جو کبھی ہوا اور کبھی ہو - لیکن جس چیز کا کبھی وقوع ثابت نہ ہؤا ہو تو اس پر امکان کا اطلاق غلط اور محض سفسطہ ہے - غرضکہ جو شخص قانون فطرت میں مستثنیات کا مدعی ہو اس کو اُن مستثنیات کے کبھی واقع ہونے کو ثابت کرنا بھی لازم ہے +

الاصل التاسع

قرآن مجید میں کوئی امر ایسا نہیں ہے جو قانون فطرت کے برخلاف ہو واما المعجزات

فقد ثبت من القرآن انه علیہ الصلوٰۃ والسلام ما ادعی باحد من المعجزات و قال علیہ السلام انما انا بشر مثلکم یوحی الیّ انما الٰھکم الٰہ واحد وقال علیہ السلام فی موضع اخر انما انا بشیر ونذیر - ولھذا قال المحقق الاجل الشاہ ولی اللہ فی التفہیمات الالٰھیہ ولم یذکر اللہ سبحانہ شیئاً من المعجزات فی کتابہ ولم یشر الیھا قط +

مگر شاہ صاحب کے اس قول سے یہ بات سمجھنی مشکل ہے کہ اُن کی مراد اس نفی سے کیا ہے آیا اُن کا یہ مطلب ہے کہ قرآن مجید میں کسی نبی کے کسی معجزہ کا ذکر نہیں ہے یا صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کسی معجزہ کا ذکر نہ ہونے سے مگر ہم تنزلاً قبول کرتے ہیں کہ اُن کا مطلب صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کسی معجزہ کا ذکر نہیں ہے - مگر ہم کو دیکھنا چاہئے کہ اُن کا قول نسبت معجزات کے کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ فاللہ سبحانہ احدی مجرد من الصفات فی مرتبہ واحدۃ ولحاظ واحد و مقرون بالصفات فی مرتبہ اخری ولحاظ اخر وعلی ھذا القیاس ان مواطن نفس الامر متفاوتۃ منھا مواطن الاسباب وفیہ العلۃ والمعلول فقط والسبب والمسبب فحسب و من التحقق عندنا انہ لم یترک الاسباب قط ولن یترک ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا وانما المعجزات والکرامات امور اسبابیۃ غلب علیھا السبوغ فباینت سائر الاسبابیات تفہیمات الٰہیہ صفحہ ۵۳) +

پس شاہ صاحب معجزات کو مسبب باسباب سمجھتے ہیں اور اس قول پر معجزات کا وقوع قانون فطرت کے مطابق ہوتا ہے اور ہم کو اس میں کچھ بحث نہیں ہے - بحث اس میں ہے جب کہ معجزات کو مافوق الفطرت قرار دیا جاوے جس کو انگریزی میں "سپرنیچرل" کہتے ہیں اور اس سے انکار کرتے ہیں اور ان کا وقوع ایسا ہی ناممکن قرار دیتے ہیں جیسے کہ قولی وعدہ کا ایفا نہ ہونا - اور علانیہ کہتے ہیں کہ کسی ایسے امر کے واقع ہونے کا ثبوت نہیں ہے جو مافوق الفطرت ہو اور جس کو تم معجزہ قرار دیتے ہو اور اگر بالفرض محال خدا کی قدرت کے حوالہ پر اس کو تسلیم بھی کریں تو وہ ایک بیفائدہ امر ہوگا جو نہ مثبت کسی امر کا ہے اور نہ مسکت للخصم +

بیشک ہمارے بعض اخوان کو اس پر غصہ آویگا اور قرآن مجید سے بعض امور کو معجزہ قرار دیکر اور اُن کو مافوق الفطرت سمجھ کر پیش کرینگے اور کہینگے کہ قرآن مجید میں معجزات مافوق الفطرت موجود ہیں +

ہم اُن کے اس قول کو نہایت ٹھنڈے دل سے سنینگے اور عرض کرینگے کہ جو آیت قرآن مجید کی آپ پیش کرتے ہیں اور اُس سے معجزات مافوق الفطرت پر استدلال فرماتے ہیں آیا اُس کے کوئی دوسرے معنی بھی ایسے ہیں جو موافق زبان کلام عرب کے اور موافق محاورات اور استعمالات اور استعارات

قرآن مجید کے ہو سکتے ہیں اگر نہ ہو سکتے ہوں تو ہم قبول کرینگے کہ ہمارا یہ اصول غلط ہے۔ اور اگر ہو سکتے ہوں تو ہم نہایت ادب سے عرض کرینگے کہ آپ اس بات کو ثابت نہیں کر سکے کہ قرآن مجید میں معجزات مافوق الفطرت موجود ہیں۔ اگر وہ اپنے دعوے کے ثبوت میں مفسرین کے اقوال پیش کریں یا یہ کہیں کہ تیرہ سو برس سے کسی نے صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین یا علمائے مجتہدین و مفسرین نے یہ معنی نہیں کیے بلکہ خدا بھی یہ معنی نہیں سمجھا جو تم کہتے ہو تو ہم ادب سے عرض کرینگے کہ اس دلیل سے ہم کو معاف رکھئے اور صرف یہ بتائیے کہ قرآن مجید کے الفاظ سے اور محاورات اور استعارات سے جو قرآن مجید میں آئے ہیں وہ معنی ہم نے بیان کئے صحیح ہوتے ہیں یا نہیں۔ غرضکہ جب تک وہ ہم کو ثابت نہ کریں کہ اُس آیت کے جو انہوں نے پیش کی ہے اور کوئی معنی بجز اس کے جو وہ بیان کرتے ہیں ہو ہی نہیں سکتے اور وہ آیت مافوق الفطرت ہونے پر نص صریح ہے اس وقت تک ہم اُس کا مافوق الفطرت ہونا تسلیم نہیں کرینگے۔ لیکن کسی آیت کے کوئی معنی بیان کرنا اور اُس کی صحت کے لئے خدا کے قادر مطلق ہونے پر حوالہ کرنا صحیح نہ ہوگا کیونکہ ہمارے نزدیک خدا بموجب اپنے وعدہ کے سب کام اس قانون قدرت کے مطابق کرتا ہے جو اُس نے بنایا ہے +

واما ماهية نفس الانسان والقوى المودعة فيها وما يكون لها بعد الموت من حشر الاجساد وغيرها وكيف يكون يوم الآخرة وماحقيقت الجنة والجحيم وما كيفية نعيمها وعقابها فكلها خارجة عن فهم الانسان لانها مالا عين رأيت ولا اذن سمعت ولا خطر على قلب بشر ولهذا اسبحانه جل شانه بينها بمثال يليق بفهم الانسان وبين نعيمها على افضل مايرغب به الانسان وعقابها على اكبر مايدهش به فكلها ليست بخارجة عن قانون الفطرة بل كلها امثال واستعارات لاحوالها ونعيمها وعقابها لكى يتخيل بها الانسان نوع تخيل ما نيه وما بعد الموت وما نعيمها وعقابها وهذا سياق الكلام المجيد فى ضرب الامثال فى امور شتى لتفهيم الانسان وتوضيح البيان بقدر الامكان ولايخفى هذا على من قرءا القران بالامعان تتدبر +

هذا قولى فى الفطرة التى قدرها الله سبحانه تعالى لكنالا نحد صفات البارى بعد بل نقول ان يشاء يذهب السموات والارض وبينهما الاجل اجل لها ويات باخرين على سنفطرت يشاء كما قال الله تعالى و لله مافى السموات ومافى الارض وكفى بالله وكيلا ان يشاء يذهبكم ايها الناس ويات باخرين وكان الله على ذالك قديرا (آیت ۱۳۲ - نساء ۴) +

الاصل العاشر

قرآن مجید جس قدر نازل ہوا ہے تمام موجود ہے نہ اُس میں سے ایک حرف کم ہوا ہے نہ زیادہ ہوا ہے وتواترت علیہ جیل بعد جیل فی قرن بعد قرن الی زماننا ھذا وقال اللہ تعالےٰ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون (آیت ۹ - الحجر ۱۵) +

الاصل الحادی عشر

ہر ایک سورہ کی آیات کی ترتیب میرے نزدیک منصوص ہے - اذا نزلت الآیات اشار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انھا من سورۃ کذا بعد ایتہ کذا وحفظھا الحافظ فی عھد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم علیٰ ھذ الترتیب ولم یزل الصحابۃ والتابعون ومن بعد ھم یقرؤن القران علیٰ ھذا فثبت ترتیب الآیات علےٰ ھذا المنوال من التواتر جیلا بعد جیل وقرنا بعد قرن الی زماننا ھذا - اور یہی قول شاہ ولی اللہ صاحب کا ہے جہاں فوز الکبیر میں انہوں نے فرمایا ہے کہ "در زمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر سورتے علیحدہ محفوظ و مضبوط بود" +

الاصل الثانی عشر

قرآن مجید میں ناسخ ومنسوخ نہیں ہے یعنی اسکی کوئی آیت کسی دوسری آیت سے منسوخ نہیں ہوئی - ولیس فی القران نوع من الاشارۃ علےٰ ھذا وما ایتہ ما ننسخ من ایۃ او ننسھا نات بخیر منھا او مثلھا متعلقۃ بشرایع ما قبل الاسلام لا بآیات القران ولا شک ان اھل الکتاب من الیھود والنصاری والمشرکین لا یودون من احکام الاسلام ما خالف شرایعھم فذکرہ سبحانہ تعالیٰ اولا وقال ما یود الذین کفروا من اھل الکتاب ولا المشرکین ان ینزل علیکم من خیر من ربکم واللہ یختص برحمتہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم - ثم قال ما ننسخ من ایۃ او ننسھا نات بخیر منھا او مثلھا الم تعلم ان اللہ علیٰ کل شیٔ قدیر (آیت ۹۹ - ۱۰۰ - البقر ۲) فظاھر ان النسخ المذکور فی الایۃ المذکورۃ متعلق بشرایع ما قبل الاسلام لا بآیات القران ولا دلیل علیٰ ان المراد بلفظ الآیۃ فی قولہ واذا بدلنا ایتا مکان ایۃ (آیت ۱۰۳ - النحل ۶) آیات القران ولا دلیل علیٰ ان قولہ یمحوا اللہ ما یشاء ویثبت وعندہ ام الکتاب (آیت ۳۹ - الرعد ۱۳)

متعلق بنسخ آیات القرآن - نتدبر +

الاصل الثالث عشر ١

قرآن مجید دفعۃً واحدۃً نازل نہیں ہوا ہے بلکہ نجماً نجماً نازل ہوا ہے۔ قال اللہ تعالےٰ و قرآنا فرقنٰہ لتقراہ علی الناس علیٰ مکث ونزلنٰہ تنزیلا (آیت ۱۰۷ - بنی اسرائیل ۱۷) وقتاً فوقتاً واقعات کے پیش آنے سے روح القدس یعنی ملکہ نبوت کو انبعاث ہوا اور اس کے سبب سے وحی نازل ہوئی پس وہ مختلف اوقات کے کلام کا مجموعہ ہے جو خدا نے وقتاً فوقتاً بمقتضائے اس وقت کے نازل کیا ہے اور بطور ایک تصنیف کی ہوئی کتاب کے نہیں ہے جس میں اول مصنف ابواب و فصول کو تقسیم کر کے اُس کے مضامین کو ترتیب خاص سے مرتب کرتا ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب فوز الکبیر میں لکھتے ہیں کہ "قرآن ابروش متون مبوب و مفصل ساختہ نشدہ است تا مطالب از ان در بابی یا فصلے تتبع کردہ شود بلکہ قرآن را مانند مجموعہ مکتوبات فرض کن چنانکہ بادشاہان برعایائے خود بحسب اقتضائے حال مثال بنویسند و بعد زمانے مثال دیگر و علیٰ ہذا القیاس تا آنکہ امثلہ بسیار جمع شود شخصے آں امثلہ را تدوین کند و مجموعہ مرتب سازد ہمچنیں ملک علی الاطلاق بر پیغمبر خود صلے اللہ علیہ وسلم برائے ہدایت بندگان بحسب اقتضائے حال سورۃً بعد سورۃٍ نازل مے فرمود و در زمان آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہر سورۃ علیحدہ محفوظ و منضبط بود اما سورتہا تدوین نکردہ بودند در زمان حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ہمہ سورتہا در یک مجلد بترتیب خاص جمع نمودند و ایں مجموع بمصحف مسمی شد (فوز الکبیر صفحہ ۳۷) +

قرآن مجید کا نجماً نجماً نازل ہونا اور وقتاً فوقتاً واقعات کے پیش آنے پر ملکہ نبوت کا انبعاث اور وحی کا نازل ہونا ایک طبعی امر ہے۔ انسان کے دماغ میں متعدد قسم کے علوم و فنون کا ملکہ موجود ہوتا ہے مگر بغیر محرک کے وہ ملکہ تحریک میں نہیں آتا۔ پس قرآن مجید کا اس منوال پر ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ ایک تصنیف کی ہوئی کتاب نہیں ہے جس کے مضامین کو مصنف پہلے سے سوچ کر اور اپنی مرضی کے موافق کتاب مرتب کرتا ہے +

قرآن مجید کے اوقات مختلفہ کے کلام کے مجموعہ ہونے پر یہ بھی دلیل ہے کہ جس طرح مختلف وقتوں میں کلام کرتے ہیں اور اس وقت بمقتضائے محل اور بغرض تفہیم و تنبیہ اشخاص کے اُس کلام کے دوہرانے کی ضرورت پڑتی ہے جو کسی پہلے وقت میں کہا گیا تھا۔ بعض مضمون کو جو مہتم بالشان ہیں ہر دفعہ کے کلام میں بار بار جتلانا پڑتا ہے۔ بعض دفعہ کسی قصہ کی تلمیح کرنی ہوتی ہے۔ بعض دفعہ کسی قصہ کے اُسی جزو کا بیان کافی ہوتا ہے جو اُس وقت کے کلام کیلئے ضرور ہے۔ بعض دفعہ کسی قصہ کے بالاجمال اور بعض دفعہ زیادہ تفصیل سے بیان کرنا مقتضائے کلام ہوتا ہے غرضکہ ہر ایک امر جو مختلف اوقات میں کلام کرنے میں پیش آتا ہے وہ سب قرآن مجید میں پایا جاتا ہے اور یہ کافی ثبوت اس بات کا ہے کہ قرآن ایک تصنیف کی ہوئی کتاب نہیں ہے

اور جب کہ اُس میں صرف کلمات وحی ہی لکھے گئے ہیں تو مبادی کلام جس سے وحی متعلق ہے اُس میں شامل نہیں ہیں اور اس سبب سے بعض مقامات قرآن مجید میں بلکہ متعدد ایسے ہیں کہ ایک مقصد بیان کرتے کرتے دوسرا مطلب بیان ہونے لگتا ہے جو ایک نیا یا اجنبی معلوم ہوتا ہے حالانکہ وہ ایسا نہیں ہے بلکہ مبادی کلام کے مندرج نہ ہونے سے ایسا معلوم ہوتا ہے بعض دفعہ قرینہ حالیہ کسی کلام کے مقتضا پر دلالت کرتا ہے اور متکلم بغیر اس کے کہ اپنے کلام میں اُس کی طرف اشارہ کرنے کی ضرورت سمجھے اپنا کلام شروع کر دیتا ہے اور جب کہ صرف متکلم ہی کا کلام بلا بیان اس قرینہ حالیہ کے لکھا جاوے تو جو دلالت کلام کی قرینہ حالیہ سے پائی جاتی تھی وہ اس میں نہیں ہوتی اور اس لئے اُس کی تلاش یا تعین کی ضرورت پڑتی ہے۔ اسی بنیاد پر علمائے اسلام نے آیات کی شان نزول تفتیش کرنے پر توجہ کی ہے جس کی بنیاد صرف روایات ضعیف پر ہے اور اس لئے زیادہ پرامن طریقہ یہ ہے کہ جہاں اُس کی ضرورت ہو حتی المقدور صرف قرآن مجید کے سباق و سیاق کلام سے اور اُس کی طرز ادائے کلام سے اس کو تلاش کیا جاوے اور جو اصول کہ قرآن مجید میں بیان ہوئے ہیں اُن کو ہر ایسے مقام پر ملحوظ رکھا جاوے +

الاصل الرابع عشر

موجودات عالم اور مصنوعات کائنات کی نسبت جو کچھ خدا نے قرآن مجید میں کہا ہے وہ سب بوجوہٖ یا بحیثیۃ من الحیثیات مطابق واقع ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ اس کا قول اس کی مصنوعات کے مخالف ہو یا مصنوعات اس کے قول کی مخالف ہوں بعض جگہ ہم نے قول کو ورڈ آف گاڈ اور اُس کی مصنوعات کو ورک آف گاڈ سے تعبیر کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ ورڈ آف گاڈ اور ورک آف گاڈ دونوں کا متحد ہونا لازم ہے۔ اگر ورڈ۔ ورک کے کسی حیثیت کے مطابق نہیں ہے تو ایسا ورڈ۔ ورڈ آف گاڈ نہیں ہو سکتا +

الاصل الخامس عشر

باوجود اس بات کے تسلیم کرنے کے کہ قرآن مجید بلفظہٖ کلام خدا ہے مگر جب کہ وہ عربی میں اور انسان کی زبان میں نازل ہوا ہے تو اُس کے معنی اسی طرح پر لگائے جاوینگے جیسے کہ ایک نہایت فصیح عربی زبان میں کلام کرنے والے کے معنی لگائے جاتے ہیں اور جس طرح کہ انسان استعارہ و مجاز کنایہ و تشبیہ تمثیل اور دلائل لمی و اقناعی و خطابی و استقرائی و الزامی کو کام میں لاتا ہے اسی طرح قرآن مجید میں بھی استعارہ و مجاز کنایہ و تشبیہ و تمثیل اور دلائل لمی و اقناعی و خطابی و استقرائی و الزامی سب موجود ہیں علاوہ اس کے ہم کو اُن اصول اور اُن قولی اور عملی وعدوں پر غور کرنا ضرور ہوتا ہے جو خود خدا نے کئے ہیں اور اُس طرز کلام اور طریق استعمال الفاظ کو دیکھنا لازم ہوتا ہے جو مخصوص قرآن مجید سے

ہے اور جس کے لئے ہم کو ایک آیت کی تفسیر بیان کرنے میں دوسری آیت سے استمداد لینی پڑتی ہے +

ہر ایک کلام کے معنی قرار دینے میں وہ کلام کسی کا ہو خواہ خدا کا یا انسان کا مندرجہ ذیل باتوں کا محقق ہونا ضرور ہے +

(۱) جس لفظ کے جو معنی قرار دیئے گئے ہیں اس کی نسبت جاننا چاہئے کہ وہ لفظ انہیں معنوں میں وضع کیا گیا ہے +

(۲) اس بات کا قرار دینا کہ جن معنوں میں وہ لفظ وضع کیا گیا تھا اُن معنوں سے کسی دوسرے معنوں میں مستعمل نہیں ہوا ہے +

(۳) اگر وہ لفظ مشترک المعنی ہے تو اس بات کا اقرار دینا لازم ہے کہ وہ ان مشترک معنوں میں سے کس معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔ ضمائر جن کا مرجع مختلف ہو سکتا ہو وہ بھی الفاظ مشترک المعنی میں داخل ہیں +

(۴) اس بات کو قرار دینا ضرور ہے کہ وہ اُن اصلی معنوں میں بولا گیا ہے جو اس سے متبادر ہوتے ہیں یا مجازی معنوں میں +

(۵) اس بات کو قرار دینا کہ اُس کلام میں کوئی شئے مضمر ہے یا نہیں +

(۶) اس بات کو قرار دینا ضرور ہے کہ جن معنوں پر وہ لفظ دلالت کرتا ہے اُس میں کوئی تخصیص بھی ہے یا نہیں +

(۷) یہ بات دیکھنی لازم ہے کہ جو معنی اُس لفظ کے قرار دیے گئے ہیں اسپر کوئی عقلی معارضہ بھی ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو وہ معنی صحیح نہ ہونگے۔ اور یہ بات کوئی نئی نہیں ہے بلکہ تمام علمائے اسلام نے سیکڑوں مقاموں میں اس کی پیروی کی ہے۔ مثلاً خدا کے عرش پر استوا ہونے میں۔ اس کے ہاتھ اور منہ اور ساق ہونے میں اور مثل ان کے اور بہت سے لفظوں کے اصلی معنی اس لئے نہیں لئے گئے کہ دلیل عقلی ان کے برخلاف تھی پس کوئی وجہ نہیں ہے کہ اور الفاظ کے ایسے معنی جو دلیل عقلی سے محال ہیں یا خود اس قانون فطرت کے مخالف ہیں جو خود خدا نے بیان کیا ہے یا تجربہ کے مخالف ہیں چھوڑ کر دوسرے معنی نہ لئے جاویں +

اس میں کچھ شک نہیں کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت میں الفاظ کے معنی معین و مستعمل تھے اور اگر ہم تسلیم کرلیں کہ وہی معنی بتواتر ہم تک پہنچے ہیں تو اس سے صرف امر اول کا تصفیہ ہو جاتا ہے۔ مگر اس بات کا تصفیہ کہ لفظ دوسرے معنوں میں مستعمل نہیں ہوا اور اگر وہ مشترک المعنی ہے تو کون سے معنوں میں مستعمل ہوا ہے اور وہ مجازی معنوں میں مستعمل ہوا ہے یا نہیں الیٰ غیر ذالک نہیں ہو سکتا۔ پس جب تک کہ ساتویں امر کی پیروی نہ کی جاوے جس کی پیروی بہت سے مقاموں میں علمائے اسلام

نے کی ہے نہ کسی انسان کے کلام کے معنی صحیح طور پر قرار دیئے جا سکتے ہیں نہ خدا کے کلام کے +

قرآن مجید کے معنی قرار دینے میں ہم کو ایک اور مشکل یہ پیش آتی ہے کہ عرب جاہلیت کا کلام بہت کم ہم تک پہنچا ہے اور کچھ شک نہیں کہ اُس میں سے بہت بڑا حصہ ضائع ہو گیا ہے اور علمائے علم ادب اس بات کو خود تسلیم کرتے ہیں پس یہ امر قابل یقین نہیں ہے کہ اہل لغت اور علمائے علم ادب نے جو معنی الفاظ کے لغت کی کتابوں میں اور اس کے محاورات اور استعارات کو لکھا ہے اور اُن کے سوا اور کوئی معنی اور استعارات زمانۂ جاہلیت اور خود زمانۂ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم میں نہ تھے +

بلاشبہ اس امر میں ہم مجبور ہیں اور نہ بجز اس کے کہ قرآن مجید کے معنی قرار دینے میں موجودہ لغت کی کتابوں اور علم ادب کی کتابوں کی طرف رجوع کریں اور کچھ چارہ نہیں ہے لیکن اگر بالفرض ہم کو قرآن مجید سے کسی لفظ کا ایسے طور پر استعمال یا ایسے معنوں میں استعمال بطور یقین کے ثابت ہو جاوے تو کتب لغت یا علم ادب کی کتابوں میں نہ ملے تو ہم اُس کے اختیار کرنے میں کوئی وجہ تامل نہیں پاتے اور ایسا کرنے میں ہم قرآن مجید کے ساتھ اس سے زیادہ کچھ نہ کرینگے جو کلام جاہلیت کیساتھ کیا ہے کیونکہ ہماری تمام لغت کی کتابوں اور علم ادب کی کتابوں کی بنیاد اسی بات پر ہے کہ ہم نے وہ معنی یا محاورہ کلام جاہلیت سے اخذ کیا ہے +

(۸) قرآن مجید کے معنی قرار دینے میں ہم کو ایک اور امر کا تصفیہ بھی لازم ہے کہ جس کلام پر ہم استدلال کرتے ہیں آیا وہ کلام مقصود ہے یا غیر مقصود کیونکہ اگر وہ کلام غیر مقصود ہے تو اس پر استدلال نہیں ہو سکتا۔ کلام غیر مقصود قرآن مجید میں بہت جگہ پایا جاتا ہے اور انسان کے کلاموں میں بھی کلام غیر مقصود ہوتا ہے جس پر حجت قائم نہیں ہو سکتی۔ مثلاً خدا کا یہ فرمانا کہ ان الذین کذبوا بایاتنا واستکبروا عنہا لا تفتح لھم ابواب السماء ولا یدخلون الجنۃ حتیٰ یلج الجمل فی سم الخیاط (آیت ۳۸۔ اعراف ۷) اس سے یہ استدلال نہیں ہو سکتا کہ کسی وقت میں اونٹ سوئی کے ناکے میں سے نکلجاویگا کیونکہ وہ کلام غیر مقصود ہے اور صرف ان لوگوں کے جنھوں نے خدا کے احکام کو جھٹلایا ہے جنت میں داخل ہونے کے عدم امکان کا بیان ہے۔ اسی طرح اس آیت سے آسمان کے دروازوں کے ہونے پر بھی استدلال نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ کلام اس مقصد کے لئے نہیں بولا گیا ہے۔ بلکہ صرف خدا کی رحمت سے محروم رہنے کے مقصد سے بولا گیا ہے۔ اسی طرح کلام غیر مقصود کی بہت سی مثالیں قرآن مجید میں موجود ہیں اور اُن سے ان کے اصلی معنوں پر استدلال نہیں ہو سکتا +

اسی کے ضمن میں بہت بڑی بحث تاویل کی آتی ہے یعنی جب کسی لفظ کے اصلی معنی نہیں بن سکتے تو دوسرے معنی اختیار کرتے ہیں جس سے قول قایل کا صحیح ہو جاوے۔ مگر میں اس مقصد سے تاویل کو قرآن مجید میں جائز نہیں سمجھتا اور میری رائے یہ ہے کہ تاویل اس کو کہتے ہیں جب کہ یہ متحقق ہو جاوے کہ قایل کا اس کلام سے درحقیقت یہ مطلب تھا اور وہ مقصد صحیح نہ ہو اور اُس وقت اس کلام کے دوسرے معنی اختیار کیئے جاویں تاکہ وہ کلام صحیح ہو جاوے لیکن اگر قایل کا درحقیقت وہی مقصد ہو جو بعد تاویل کے قرار دیا گیا ہے تو وہ تاویل

نہیں ہے بلکہ قایل کے اصلی مقصد کا ظاہر کرنا ہے۔ مثلاً قایل کا یہ قول کہ "زید اسد" اگر قایل کا درحقیقت لفظ اسد سے حیوان معروف مراد ہو اور وہ زید پر صادق نہ آوے اور کوئی شخص خلاف مقصد اُس قایل کے اس کے معنی شجاعت کے لے تو درحقیقت تاویل ہے! اور اگر قایل نے اسد کے لفظ سے خود ہی شجاعت مراد لی ہو تو اسد سے شجاعت مراد لینا تاویل نہیں ہے بلکہ قائل کے اصلی مطلب کا اظہار ہے۔ اسی طرح جب ہم قرآن مجید کے کسی لفظ کے اصلی معنی نہیں لیتے بلکہ مجازی معنی لیتے ہیں تو ہم اس کو تاویل نہیں کہتے اس لئے کہ ہم بقدر اپنی طاقت کے یہی سمجھتے ہیں کہ خدا نے انہی مجازی معنوں میں اس لفظ کو استعمال کیا ہے +

قرآن مجید کے معانی بیان کرنے میں سب سے زیادہ دھوکا انسان کو اُن مقامات پر پڑتا ہے جہاں قرآن میں قصص انبیائے سابقین بیان ہوئے ہیں۔ انبیائے سابقین کے قصے عہد عتیق کی کتابوں میں بھی آئے ہیں اور علمائے یہود نے بھی قصص انبیا مستقل کتابوں میں لکھے ہیں جن میں بہت کچھ باتیں دور از عقل و خلاف قانون فطرت مندرج ہیں وہ قصے مشہور تھے اور ہمارے علما بھی اُن سے مانوس تھے اور اُن کے عجائبات کو جو قانون فطرت کے برخلاف تھے معجزات قرار دیتے تھے۔ وہ قصے قرآن میں بھی بیان ہوئے ہیں اور وہ بیان بہت کچھ اُسی کے مشابہ اور مماثل ہے جو اُن قصوں کی نسبت بیان ہوا ہے۔ مگر قرآن مجید کے الفاظ اُن قصوں میں اس طرح آئے ہیں کہ اُن سے وہ باتیں جو دور از عقل اور خلاف قانون قدرت اُن قصوں میں مشہور تھیں اُن کا ثبوت نہیں ہوتا۔ ہمارے علمائے متقدمین نے اس بات پر خیال نہیں کیا بلکہ جہاں تک اُن سے ہو سکا قرآن مجید کے الفاظ کو اُن قصوں پر بعینہ حمل کرنے پر کوشش کی اور اُس کے کئی سبب تھے +

اول۔ یہ کہ اُن قصوں کی کیفیت مشہورہ اُن کے دل میں بسی ہوئی تھی اس لئے قرآن مجید کے اُن الفاظ پر انہوں نے توجہ نہیں کی +

دوسرے یہ کہ اُن کے پاس ہر ایک عجیب چیز کو گو کہ وہ کیسی ہی قانون فطرت کے برخلاف کیوں نہ ہو خدا کی قدرت عام کے تحت میں داخل کر دینے کا نہایت سہل طریقہ تھا اور اس سبب سے اُن الفاظ کی حقیقت پر غور کرنے کو توجہ مائل نہیں ہوتی تھی +

تیسرے۔ یہ کہ اُن کے زمانہ میں نیچرل سینز نے ترقی نہیں کی تھی اور کوئی اُن کو قانون فطرت کی طرف رجوع کرنے والی اور اُن کی غلطیوں سے متنبہ کرنے والی نہ تھی۔ پس یہ اسباب اور مثل ان کے اور بہت سے اسباب ایسے تھے کہ اُن کی کافی توجہ قرآن مجید کے اُن الفاظ کی طرف نہیں ہوئی +

مثلاً اُن کے زمانہ میں یہ مسئلہ ثابت نہیں ہوا تھا کہ طوفان نوح کا تمام دنیا میں عام ہونا اور پانی کا اونچے سے اونچے پہاڑوں کی چوٹیوں سے بلند ہو جانا محالات سے اور خلاف واقع ہے اور اس لئے ان کے خیال میں یہ بات نہ آئی کہ قرآن مجید میں جو الارض کا لفظ ہے اس میں الف لام استغراق کا نہیں ہے بلکہ عہد کا ہے +

حضرت ابراہیم کے قصے میں کوئی نص صریح اس بات پر نہیں ہے کہ درحقیقت اُن کو آگ میں ڈال

دیا گیا تھا مگر انہوں نے اس بات پر خیال نہیں کیا +

اسی طرح حضرت مسیح علیہ السلام کی ولادت میں کوئی نص صریح قرآن مجید میں موجود نہیں ہے کہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے +

اسی طرح حضرت یونس کے قصے میں اس بات پر قرآن مجید میں کوئی نص صریح نہیں ہے کہ وہ حقیقت میں مچھلی اُن کو نگل گئی تھی ابتلع کا لفظ قرآن میں نہیں ہے التقمہ کا لفظ ہے جس کے صرف منہ میں پکڑ لینا مراد ہے کیونکہ جب کوئی لفظ تاکید کا اس کے ساتھ نہیں جیسے التقمہ فلمقہ ہا تو التقم کے معنی ابتلع کے نہیں ہو سکتے۔ اور اگر فرض کرو کہ بغیر لفظ تاکید کے بھی اس کے معنی ابتلع کے ہوں تو بھی لقم والتقم کے دو معنی ہیں ایک سرعۃ الاکل۔ دوسرے التبادر علیہ اور ان دوسرے معنوں سے بلع ثابت نہیں ہوتا۔ پس دوسرے معنوں پر جو مطابق قانون فطرت کے تھے انہوں نے توجہ نہیں کی اور اس آیت میں کہ فلولا انہ کان من المسبحین للبث فی بطنہ الی یوم یبعثون (آیت ۱۴۳ و ۱۴۴۔ الصافات ۳۷) اس پر اتفاق نہیں کیا کہ لبث فی بطن الحوت کی نفی دو طرح پر محقق ہو سکتی ہے۔ اول اس طرح پر کہ مچھلی نے نگلا ہی نہیں۔ دوسرے اس طرح کہ نگلا ہو مگر اس کے پیٹ میں ٹھیرے ہوں۔ مثلاً اگر کوئی کہے کہ اگر میں اُس کو نہ بچاتا تو وہ قبر میں ہوتا۔ اُس کا مقصد صرف یہی ہے کہ قتل نہیں ہوتا نہ یہ کہ قبر میں جا کر نکل آیا۔ مگر انہوں نے ان معنوں پر توجہ نہیں کی۔ غرضکہ اس قسم کی بہت سی مثالیں قرآن مجید میں ہیں۔ ہم کو ضرور ہے کہ صرف الفاظ قرآن مجید کے پابند رہیں اُن قصوں کے جو یہود و نصاریٰ میں مذکور و مشہور ہیں +

شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ "نقل از بنی اسرائیل بیشتر است کہ در دین ما داخل شد بعد از آنکہ لا تصدقوا اھل الکتاب و لا تکذبوا ھم قاعدہ مقرر است۔ پس دو چیز لازم آمد یکے آنکہ تعریض قرآن را در سنت حضرت پیغامبر صلے اللہ علیہ وسلم بیان یافتہ شود مرتکب نقل از اہل کتاب نباید شد مثلاً چوں محمل آیت "ولقد فتنا سلیمان والقینا علیٰ کرسیہ جسدا ثم اناب" در سنت نبویہ یافتہ نمیشود و آں قصہ ترک انشاء اللہ و مواخذہ بر آں است مرتکب ذکر صخرہ مارد چرا باید شد۔ دوم آنکہ الضرورۃ یتقدر بقدر الضرورۃ را در نظر داشتہ قدر اقتضاء تعریض سخن باید گفت تا بشہادت قرآن تصدیق کردہ باشم واز زیادت زبان باید کشید ۱۲ (فوز الکبیر صفحہ ۹۷-۹۸) +

ہم سے کہا جاتا ہے کہ قرآن مجید کے معنے اس طور پر قرار دینے ضرور ہیں جسطرح کہ ایک اُمّی آدمی اُس کے معنی سمجھ سکتا ہے کیونکہ بدوین اور تمام قبائل عرب کے اَن پڑھ تھے۔ پس اس زمانہ کے اہل عرب جس طرح سیدھے سادھے طور پر الفاظ قرآن کے ظاہری معنی سمجھتے تھے اُسی طرح ہم کو قرآن کے معنے بیان کرنے چاہییں۔ ہم کہتے ہیں کہ ہم اسی طرح کرتے ہیں کیونکہ الفاظ کو وہی معنے لیتے ہیں جو عرب جاہلیت سمجھتے تھے کلام جاہلیت ہی کی بنا پر صرف و نحو و لغت کی کتابیں بنتی ہیں جنسے ہم قرآن مجید کے معنے بیان کرتے ہیں مسلّم البتہ ہیں موجودہ علم ادب عربی زبان کا بدوین اور اہل عرب کے کلام کے مبنی ہے۔ مگر بحث اس پر

آجاتی ہے جب کہ بلحاظ علوم وفنون کے قرآن مجید پر توجہ کی جاتی ہے اور جس سے اہل عرب بالکل ناواقف اور عاری محض تھے۔ اس حالت میں بھی ہم کوئی نئی بات پیش نہیں کرتے بلکہ خود موافق زبان اہل عرب کے قرآن مجید کے الفاظ کے اُن معنوں پر توجہ کرتے ہیں جو علوم کی ترقی کے سبب ہم کو صحیح و درست معلوم ہوتے ہیں +

مثلاً اہل عرب بجز اس کے کہ جس پر وہ رہتے تھے اُس کو ارض کہتے تھے اور جو نیلی چیز گنبد نما اُن کے سر پر تھی اس کو سما جانتے تھے اور اور بحثوں سے جو علوم میں اُن سے متعلق ہیں محض ناواقف تھے اور باایں ہمہ جو نتیجہ ہدایت اور تعلیم روحانی اور وحدت و قدرت ذات باری کا قرآن مجید سے مقصود تھا وہ اُن کو حاصل ہوتا تھا۔ مگر جب بلحاظ علوم کے قرآن کے الفاظ پر بحث کیجاوے تو اس وقت اُن سے کہتے ہیں کہ الفاظ قرآن کے وہ معنی لینے جو مطابق زبان عرب کے اور اُن علمی بحثوں کے مطابق ہیں کیوں نظرانداز کئے جاتے ہیں اور جو قانون فطرت خود خدا نے بتایا ہے اُس کے مطابق وہ معنی جو کلام عرب کے مطابق ہیں کیوں نہیں لئے جاتے +

ہم سب سے بڑا معجزہ قرآن مجید کا یہی سمجھتے ہیں کہ وہ اُس طرز کلام میں نازل ہوا ہے کہ اُمّی اور عالم و جاہل فلسفی کسی طرح پر اُس کے معنی سمجھیں سیدھے سادہ طور پر یا علمی فلسفی طریقہ پر مگر نتیجہ میں سب متحد ہوجاتے ہیں۔ کوئی کلام بجز قرآن مجید کے ایسا نہیں ہے کہ وہ جاہل اور اُمّی محض کو بھی اُسی نتیجہ پر پہنچاوے جس نتیجہ پر ایک عالم فلسفی کو پہنچاتا ہے اور ہر ایک بقدر اپنے علم اور استعداد کے اُس سے فائدہ اُٹھا کر ایک منزل مقصود پر پہنچتا ہے +

ہم سے طعناً کہا جاتا ہے کہ جب حکمت و ہیئت و فلسفہ یونانی مسلمانوں میں پھیلا اور جو اُس زمانہ میں بالکل سچ و صحیح اور مطابق حقیقت واقع سمجھا جاتا تھا۔ علمائے اسلام نے قرآن مجید کے ان مقامات کی جو اُن کے مطابق معلوم ہوتے تھے تائید کی اور ان مقامات کو جو بظاہر مخالف اُن علوم کے معلوم ہوتے تھے اُن کے مطابق کرنے پر کوشش کی اب کہ معلوم ہوا کہ وہ علوم غلط اصول پر مبنی تھے اور اُن کا علم ہیئت بالکل خلاف حقیقت تھا اور علم طبیعات اور نیچرل سینس نے زیادہ ترقی کی تو اب ان معنوں سے جو اگلے علما نے مطابق یونانی علوم کے قرار دیئے تھے مخالف ہوتے ہو اور دوسرے معنی اختیار کرتے ہو جو حال کے علوم کے مطابق ہیں اور کیا عجب ہے کہ آیندہ زمانہ میں اِن علوم کو اور زیادہ ترقی ہو اور جو امور اس وقت محقق معلوم ہوتے ہیں وہ غلط ثابت ہوں اس وقت قرآن مجید کے الفاظ کے دوسرے معنی قرار دینے کی ضرورت ہوگی و علیٰ ہذا پس قرآن لوگوں کے ہاتھ میں ایک کھلونا ہو جائے گا +

ہم اس طعنہ کو بطور ایک بشارت کے نہایت خوشی سے تسلیم کرتے ہیں کیونکہ ہمارا یقین ہے کہ قرآن مجید حقیقت امور کے مطابق ہے کیونکہ وہ ورڈ آف گاڈ ہے اور بالکل ورک آف گاڈ اس کے مطابق ہے مگر اس میں بہت بڑا معجزہ یہ ہے کہ ہمارے ہر درجہ علم میں ان امور میں جن کی ہدایت کے لئے یہ قرآن نازل ہوا ہے یکساں ہدایت کرتا ہے اس کے الفاظ ایسے اعجاز سے نازل ہوئے ہیں کہ جہاں تک ہمارے

علوم کو ترقی ہوتی جاوے گی اور اس ترقی یافتہ علوم کے لحاظ سے ہم اس پر غور کرینگے تو معلوم ہوگا کہ اس کے الفاظ اس لحاظ سے بھی مطابق حقیقت ہیں اور ہم کو ثابت ہو جاویگا کہ جو معنی ہم نے پہلے قرار دئیے تھے اور اب غلط ثابت ہوئے وہ ہمارے علم کا قصور تھا نہ الفاظ قرآن کا۔ پس اگر ہمارے علوم کو آئندہ زمانہ میں ایسی ترقی ہو جاوے کہ اس وقت کے امور محققہ کی غلطی ثابت ہو تو ہم پھر قرآن مجید پر رجوع کرینگے اور اس کو ضرور مطابق حقیقت پاوینگے اور ہم کو معلوم ہوگا کہ جو معنی ہم نے پہلے قرار دئیے تھے وہ ہمارے علم کا نقصان تھا۔ قرآن مجید ہر ایک نقصان سے بری تھا ✦

مثلاً فرض کرو کہ قرآن مجید سے ہم نے یہ سمجھا تھا کہ سورج زمین کے گرد پھرتا ہے جس سے طلوع وغروب ہوتا ہے اب معلوم ہوا کہ سورج ساکن ہے اور زمین سورج کے گرد پھرتی ہے اب ہم قرآن مجید پر غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ سورج کا پھرنا قرآن مجید میں بطور حقیقت واقع کے بیان نہیں ہوا بلکہ علیٰ مایشہدہ الناس بیان ہوا ہے اور وہ سچ ہے۔ پس ہم نے جو اس کو بطور حقیقت واقع کے سمجھا تھا وہ ہماری غلطی تھی نہ قرآن مجید کی غرضکہ ترقی علوم سے ہم کو اُن امور سے رجوع کرنا جو ہم نے پہلے نسبت قرآن کے قرار دیئے تھے اور قرآن مجید کا اس کے مطابق پانا جس کی طرف ہم نے بعد ترقی علم رجوع کی ہے ہمارے علم سابق کا نقصان اور قرآن مجید کے کامل ہونے کا ثبوت ہے مگر ہماری نسبت کسی قسم کی طعنہ زنی کا سبب نہیں ✦

یہ بحثیں جہاں تک ہیں صرف اُن امور سے متعلق ہیں جو علوم سے اور طبیعات سے علاقہ رکھتے ہیں۔ باقی رہے وہ امور جو روحانی تعلیم سے متعلق ہیں اور جن کو لا الٰہ الا اللّٰہ و محمد رسول اللّٰہ حاوی ہے ہر وقت میں ایک حالت مستقل پر قایم ہیں اس میں نہ کبھی تبدل ہوا۔ نہ ہوگا۔ نہ ہونیکی حاجت۔ جس کے لئے منطوق آیہ کریمہ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا شاہد عادل ہے ✦

الاٰن نختم الکلام ونقول ھذہ اصول معدودۃ من الاصول التی اسسنا علیہا تفسیر القراٰن ونبین کلہا فی وقت اٰخر ان شاء اللّٰہ تعالیٰ ✦

تمام شد

مکمل مجموعہ لکچرز و اسپیچز

اِس کتاب مکمل مجموعہ لکچرز و اسپیچز سرسید مرحوم کی تمام عرق ریزی شروع سے لیکر اختتام تک بھری پڑی ہے جیسا کہ اُنھوں نے مختلف طریقہ سے مسلمانوں کی حالت کو مع قوم کو بہ اصلاح کرنیکی خاطر کوشش کی۔ دیسا ہی یہ لکچرز بھی بےنظیر دل اور دماغ کے طرح طرح کے نتیجوں سے مملو ہیں۔ جو شخص اِس مرحوم ہیرو کی اولوالعزمی استقلال، صبر و تحمل، بردباری، انکساری اور عالی حوصلگی۔ بیرگا ہے گاہے یا یوسیوں کا جو وقتاً فوقتاً منہ دکھاتی رہی ہیں اندازہ کرنا چاہیے۔ قوم اور قومی ہمدردی اور ملک کی بہتری اسلام کی حمائت سچی دلسوزی اصاف بیانی اعلیٰ درجہ کی زبان اُردو کی تقریر و تحریر تہذیب اخلاق کا بےمثل نمونہ بننے کے لئے اپنی آئندہ زندگی میں اس سے اچھا سبق سیکھنا چاہے اس کے واسطے اس مجموعہ لکچرز و اسپیچز سے بڑھ کر کوئی ناصح مشفق اور رہبر کامل نہیں ہو سکتا۔ لقمان کی حکمت ارسطو کا فلسفہ اور شکسپیئر کی فصاحت اس کے آگے معمولی قرار دی جا سکتی ہیں۔ قیمت . . . . . . سے ر

الخطبات الاحمدیہ فی العرب والسیرۃ المحمدیہ

اس کتاب میں ایک دیباچہ اور بارہ خطبے شامل ہیں۔ دیباچہ میں یہ بحثیں ہیں۔ مذہب کیا چیز ہے۔ سچے مذہب پر کھنے کا سچا اصول کیا ہے۔ اسلام صحیح طور پر کن احکام کا مجموعہ ہے۔ اُن کتابوں پر بحث جو عیسائی اور مسلمانوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے حالات پر لکھی ہیں۔ سرولیم میور کی کتاب لائف آف محمد کا ذکر جس کے جواب میں یہ کتاب لکھی گئی ہے۔

خطبۂ اوّل عرب کا جغرافیہ۔ عرب کے قبائل اور سلاطین پر محققانہ بحث۔ لفظ سارسن کی تحقیق۔ حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل کے حالات پر محققانہ بحثیں۔ حضرت ہاجرہ کی حرّیت پر بحث۔ خطبۂ دوم۔ عرب جاہلیت کے رسوم و عادات۔ بت پرستی۔ حجر اسود اور خانہ کعبہ کا ذکر۔ حج زمانہ جاہلیت میں رسوم ازدواج۔ خطبۂ سوم۔ عرب جاہلیت کے ادیان پر بحث نہایت تفصیل سے۔ اسلام کی مناسبت دیگر الہامی مذاہب سے۔ خطبۂ چہارم اسلام انسان کے لئے رحمت اور تمام انبیاء کے مذاہب کی پشت پناہ ہے۔ اسلام انسانی تمدّن کے موافق ہے۔ کثرت ازدواج، طلاق اور غلامی پر محققانہ بحثیں۔ یہودیوں اور عیسائیوں کے مذہب کو اسلام سے کیا فائدہ پہنچا۔ خطبۂ پنجم مسلمانوں کی مذہبی کتابوں پر محققانہ بحث۔ خطبۂ ششم مذہبی روایتوں کے معتبر اور غیرمعتبر ہونے پر مدلل بحث۔ خطبۂ ہفتم قرآن مجید کی جمع و ترتیب اور نزول پر بحثیں۔ خطبۂ ہشتم خانہ کعبہ کی مفصل تاریخ۔ خطبۂ نہم آنحضرت کے نسب نامہ پر محققانہ بحث۔ شجرہ نسب آنحضرت مع شجرہ نسب مصنف کتاب۔ خطبۂ دہم۔ بشارات نسب آنحضرت کے جو توریت و انجیل میں ہیں۔ خطبۂ یازدہم۔ روایات شق صدر اور معراج کی تحقیق۔ خطبۂ دوازدہم جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے بارہ برس تک کے حالات۔

اس کتاب کے شروع میں مرحوم سرسید کی رنگین عکسی تصویر بھی ہے۔ یہ کتاب نہایت خوشخط اور اعلیٰ درجہ کے کاغذ پر طبع کی گئی ہے۔ قیمت . . . . ۳ سے

احکام طعام اہل کتاب

مسلمانوں کو یہود اور نصاریٰ کے ساتھ کھانا کھانے کیواسطے اسلامی احکام۔ اس میں سرسید مرحوم نے نہایت معتبر احادیث اور قرآن پاک کی آیات جمع کر کے اس پر بحث کی ہے نہایت خوبی سے اس بات کو ثابت کیا ہے کہ قرآن پاک اور نبی عرب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں اس معاملہ میں کیا تعلیم دی ہے۔ قیمت ۶ ر

سرسید کے آخری مضامین

یہ وہ عالیقدر اور مقدس مضامین ہیں جو مرحوم سرسید نے ابتدائے یکم شوال ۱۳۱۰ھ لغایت ماہ ذیقعدہ ۱۳۱۵ھ تک نہایت دلسوزی کے ساتھ لکھے اور آخر کار مضمون لکھتے لکھتے ہی ہم سے دائمی مفارقت کر کے اپنے مالک حقیقی کی طرف تشریف لیگئے۔ راقم نے اس خیال سے کہ یہ گوہر بےبہا ضائع نہ ہو جاویں نہایت تلاش اور تجسس سے جمع کر کے طبع کرائے۔ ان مضامین کو اسی قوم کے نام نامی پر معنون کیے جس کیواسطے وہ جگر گوشۂ رسول و آل رسول عمر بھر سرتوڑ کوششیں کرتا رہا۔ وطن سے بےوطن ہوا خویش و بیگانے اپنے بیگانے کا ہدف تیر ملامت بنا۔ سختیاں سہتا رہا۔ بُرے بول سُنتا رہا۔ کبھی سودائی بنا، کبھی مجنون، پر حرف شکایت لب تک نہ لایا۔ کہا تو یہی کہا کہ رب اهد قومی انهم لا یعلمون۔ قوم کی یاد میں جیا، قوم کی دھن میں مرا اور حب قومی کے شغف میں فنا فی القوم کے درجہ کو پہنچا۔ اب میں دیکھتا ہوں کہ وہ قوم اس عنوان کی کہاں تک قدر کرتی ہے۔ قیمت . . . . . . عمر

الدعاء والاستجابۃ

اس رسالہ میں دعا اور اُس کے مقبول ہونے کی حقیقت بیان کی گئی ہے۔ اور قرآن شریف سے تمام دعائیں یکجا جمع کر دی گئی ہیں اور نہایت محققانہ بحث ہے۔ قیمت . . . . ۲ ر

خلق الانسان

نئے فلسفہ والوں نے انسان کی پیدائش کے متعلق آج کل کی نئی تحقیقات سے یہ ثابت کیا ہے کہ انسان کیڑے سے پیدا ہوتا ہے لیکن آج سے تیرہ سو برس پہلے مسلمانوں کی پاک کتاب اس بات کو دنیا پر روشن کر چکی ہے۔ اسی مضمون کو سر سید نے قرآن سے لیکر نہایت وضاحت کے ساتھ لکھا ہے اور نئے فلسفہ والوں کا خوب جواب دیا ہے۔ اس کا مطالعہ ہر فرد بشر کے لئے ضروری ہے۔ قیمت ۲ر

النظر فی بعض مسائل الامام الہمام ابو حامد امام محمد الغزالی علیہ الرحمۃ

اس میں آٹھ رسالے شامل ہیں جن میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے بعض مضامین پر محققانہ بحث کیگئی ہے جو انکی کتابوں "المضنون علی غیر اہلہ" "المنقذ من الضلال" "الاقتصاد فی الاعتقاد" "التفرقہ بین الاسلام والزندقہ" وغیرہ سے لئے گئے ہیں۔ پہلے رسالہ میں خدا کی ذات پر بحث ہے اور دوسرے رسالہ میں امام صاحب کی واردات قلبی کا بیان ہے۔ تیسرے رسالہ میں فلاسفہ کے اقسام اور انکے علوم پر بحث کیگئی ہے۔ چوتھے رسالہ میں روح کی حقیقت پر بحث ہے۔ پانچویں رسالہ میں لوح و قلم کے معنوں کا بیان ہے۔ چھٹے رسالہ میں صراط اور میزان کے معنوں پر بحث ہے۔ ساتویں رسالہ میں ملائکہ جن اور شیاطین کی حقیقت پر بحث ہے۔ آٹھویں رسالہ میں امام صاحب کے رسالہ التفرقہ بین الاسلام والزندقہ پر ریویو ہے جس میں اس امر پر بحث کی گئی ہے کہ کن باتوں سے تکفیر ہو سکتی ہے اور کن باتوں سے نہیں۔ قیمت ۸ر

فضائل الامام من رسائل حجۃ الاسلام

یعنی سرور کائنات حضرت امام محمد الغزالی رحمۃ اللہ علیہ کے جو ان کی وفات کے بعد امام صاحب کے چھوٹے بھائی امام احمد الغزالی نے جمع کئے اور جنکو سر سید مرحوم نے نہائیت کوشش سے ترتیب دیا اور صحت کیساتھ مرتب کیا اور بعض مقامات پر نہایت دلچسپ بحث بھی کی گئی ہے۔ قیمت ۸ر

الجن و الجان علیٰ ما فی القرآن

اس کتاب میں لفظ جن اور انس پر بحث کیگئی ہے۔ کہ آیا قرآن شریف میں جو یہ لفظ استعمال ہوئے ہیں انکے کیا معنی لئے جانے چاہئیں۔ اس مضمون کے متعلق قرآن شریف کی تمام آیات جمع کر کے اور ماہیئت لفظوں کے موقع بموقع اور جا بجا استعمال صرف و نحو کے لحاظ سے نہایت مدلل بحث کی بعد اصل حالات لکھے ہیں۔ قیمت ۸ر

ازالۃ الغین عن ذکر ذو القرنین

سکندر ذو القرنین کے حالات کے متعلق اور یاجوج ماجوج اور سد یاجوج ماجوج اور سد گریٹ وال اور حالات جے وانگ ٹی، ذکر تاریخ چین، جیس کارکن اور بنائے دیوار وغیرہ وغیرہ کے متعلق ہے۔ سر سید احمد خان صاحب نے قرآن سے یہ مضمون لیکر نہایت ہی اصلی حالات لکھے ہیں۔ اس کتاب کے متن میں آیات قرآنی اور ترجمہ معہ از دیاد مصنف کے ہے۔ اور حاشیہ پر تفسیر کبیر عربی ہے۔ قیمت ۵ر

تحریر فی اصول التفسیر

اس کتاب میں جناب محسن الملک مولوی سید مہدی علی صاحب اور سر سید احمد خان صاحب مرحوم کی خط و کتابت بابت تفسیر قرآن مرتبہ سر سید احمد خان ہے نواب صاحب کو جس جگہ شبہ ہوا ہے یا انہوں نے جائز نہیں سمجھا اعتراض کئے ہیں۔ سر سید نے بھی تسلی کیلئے جواب لکھے ہیں۔ انہوں نے پھر جواب در جواب لکھا ہے۔ غرضیکہ عجیب و دلچسپ سلسلہ بحث ہے۔ اس کے ساتھ سر سید احمد خان نے مقاصد تفسیر لکھ دیئے ہیں۔ جس شخص نے سر سید کی تفسیر پڑھی ہے اس کا فرض ہے کہ اس رسالہ کا ضرور مطالعہ کرے۔ تا کہ تفسیر جن اصولوں پر ہے معلوم ہو جائے۔ قیمت ۵ر

ترقیم فی قصۃ اصحاب الکہف والرقیم

اس رسالہ میں اصحاب کہف کے قصہ پر جو قرآن مجید میں ہے نہایت متانت اور سنجیدگی سے محققانہ بحث کی گئی ہے۔ قیمت ۵ر

المشتہران

ملک فضل الدین ملک چنن الدین ملک تاج الدین ککے زئی تاجران کتب قومی نقشبندیہ منزل کوچہ ککے زئیاں بازار کشمیری لاہور